ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

پاکستان



حضرت صدیق اکبرؓ کا خطبہ

"لوگو! میں تمہارا امیر بنایا گیا ہوں۔ حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں: اگر میں اچھا کروں تو میری مدد کرو اور اگر برا کروں تو مجھ کو سیدھا کرو، سچائی ایک امانت ہے جھوٹ ایک خیانت ہے، تم میں جو کمزور ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے یہاں تک کہ میں اس کا شکوہ دور کر دوں، جب کوئی قوم جہاد کو چھوڑ دیتی ہے اللہ اس پر ذلت مسلط کر دیتا ہے، جب تک میں اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کروں تم میری اطاعت کرو، اگر میں اللہ اور رسولؐ کی معصیت کروں تو تم پر اطاعت فرض نہیں۔"

۱۰ جون ۱۹۷۷ء

۲۳ جمادی الثانی ۹۷ھ

احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم

بقیہ حدیث : جنت کا داخلہ

صدقہ اور تہجد

ثُمَّ قَالَ اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى اَبْوَابِ الْخَيْرِ اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيْئَةَ كَمَا يُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ وَصَلٰوةُ الرَّجُلِ فِيْ جَوْفِ اللَّيْلِ ثُمَّ تَلَا تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ حَتّٰى بَلَغَ . . . . . يَعْمَلُوْنَ ۝

ترجمہ: پھر آپ نے فرمایا - کیا میں خیر و برکت کے دروازوں کی طرف تمہاری رہنمائی نہ کروں - دیکھو روزہ ڈھال ہے - صدقہ گناہوں کو اس طرح ملیامیٹ کر دیتا ہے - جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے - اور آدمی کی رات کے پچھلے حصہ کی نماز (اس کی تائید میں) آپ نے (قرآن کریم کی سورہ سجدہ) کی یہ آیات پڑھیں - تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ - ان کی کروٹیں بستروں سے جدا رہتی ہیں - اپنے رب کو پکارتے ہیں اور ڈرا اور امید کے ساتھ اور ہمارا دیا ہوا خرچ کرتے ہیں - سو کسی جی کو معلوم نہیں جو آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے واسطے چھپی رکھی ہے بدلہ اس کا جو وہ کرتے تھے -

حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ان سے سوالیہ انداز میں فرمایا - کیا میں تمہیں ان اعمال کی اطلاع نہ دے دوں جن سے خیر و برکت کے دروازے کھل جائیں - یہ کہہ کر آپ نے روزہ کی بابت فرمایا کہ روزہ شیطان کے حملوں سے بچنے کے لیے ایک ڈھال کا کام دیتا ہے بشرطیکہ روزہ روزے کی طرح رکھے - روزہ کی بدولت انسان ہر برائی سے بچتا چلا جاتا ہے اور روزہ مسلمان کے لئے ایک ڈھال بن جاتا ہے - صدقہ و خیرات کی مثال آپؐ نے آگ اور پانی سے دی - جس طرح پانی ڈالنے سے آگ بجھ جاتی ہے - اسی طرح صدقہ اور خیرات سے - انسان کے گناہ ختم ہو جاتے ہیں -

تیسری بات پچھلی رات کا جاگنا نور کے تڑکے میں عبادت کرنا ہے - ساری دنیا غفلت کی نیند سو رہی ہو، تہجد پڑھنے والے نہایت گڑگڑا گڑگڑا کر عبادت کرنے میں مشغول ہوں - اس کی تائید میں آپ نے قرآن مجید کی ایک آیت بھی تلاوت فرمائی - جس میں خود اللہ تعالےٰ فرماتا ہے - کہ نیک لوگوں کے پہلو ان کے بستروں سے دُور رہتے ہیں - وہ اللہ کے خوف سے ڈر کر اور اس کے انعام کی امید رکھ کر اسی کو پکارتے ہیں - ان لوگوں کے لیے بڑا اجر و ثواب ہے -

---

مندرجہ بالا حدیث پچھلی حدیث کا بقیہ ہے - اس میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت معاذؓ سے مخاطب ہیں

نشہ کی حرمت

كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ ۝ (مسلم)

ترجمہ: ہر نشہ آور چیز حرام ہے -

چند چیزوں میں نہیں تخصیص عام
ہر نشہ آور شریعت میں حرام

★

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بانی
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمہ
***
رئیس الادارہ
شیخ طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

رئیس التحریر
[illegible]
***
[illegible]
[illegible] الحسینی العلوی

جلد ۲۳ ● شمارہ ۲ | ۲۹ جمادی الثانی ۱۳۹۷ھ ● ۱۷ جون ۱۹۷۷ء | فی پرچہ: ایک روپیہ

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

ایوب خاں کے دور میں مسٹر بھٹو وزیر تھے تو مسٹر کھر ایم۔ این۔ اے۔ لیکن دونوں میں دوستی تھی بلکہ شاید ثانی الذکر کو اول الذکر کی نیازمندی حاصل تھی۔ جب بھٹو صاحب "نورا کشتی" کا کردار ادا کرتے ہوئے معاہدہ "تاشقند کی پٹاری سمیت باہر آئے اور چند سے بعد پی۔ پی۔ پی کی بنیاد رکھی تو مسٹر کھر ان کے رفیق سفر تھے۔ رفاقت اتنی گہری تھی کہ کھر صاحب بھٹو جی کی کار کے ڈرائیور ہوتے اور اس پر فخر کرتے۔ حتیٰ کہ ملتان کے سفر میں کھر صاحب نے جان پر کھیل کر "اپنے قائد" کو بچایا۔ یہ وہ دن تھے جب قریشی خاندان بھٹو صاحب کو پسند نہ کرتا تھا اور موجودہ وزیر اعلیٰ پنجاب (؟) کے گاؤں سے گزرتے ہوئے بھٹو صاحب نشانہ بنے۔

بھٹو صاحب جن دو نوجوانوں پر ناز کرتے ان میں سے ایک کھر ہیں دوسرے معراج محمد خاں۔ معراج صاحب بھٹو صاحب کے وزیر بھی بنے اور انہوں نے جی کھول کر اپوزیشن بالخصوص علماء کو رگیدا۔ حتیٰ کہ شعائر اسلام کا کھلے بندوں مذاق اڑایا۔ بعد میں ان بن ہو گئی اور بھٹو صاحب نے انہیں جیل میں ڈال دیا۔ شنید ہے کہ ان کی بینائی تک متاثر ہوئی ہے اور اب پھر ان سے سلسلہ جنبانی شروع ہے۔

کھر صاحب گورنر بنے ان کا دور گورنری تاریکی و ظلمت کے اعتبار سے قرون مظلمہ کے دور کے مشابہ تھا۔ اس سیاہ باطن وڈیرے نے جو جو مظالم ڈھائے وہ تاریخ کا سیاہ باب ہیں۔ علماء، وکلاء، طلبہ، سیاسی ورکر کوئی بھی اس کی ناوک افگنی سے نہ بچا حتیٰ کہ لاہور سمن آباد کی معصوم بچیاں اغوا ہو کر مبینہ طور پر "گورنر ہاؤس" میں مشق ستم بنیں۔ حقیقت یہ ہے کہ کھر ظلمت ہی ظلمت تھا اور بھٹو صاحب کا انتہائی مقرب و محبوب! آئین کے بعد آئینی سربراہ کے طور پر وہ وزیر اعلیٰ بنا اور ایک عرصہ بعد دوبارہ گورنر۔ حتیٰ کہ وہ نو دو گیارہ ہو گیا۔ اور یہ علیحدگی لاہور کے ایک ضمنی انتخاب میں پی پی پی کا ٹکٹ نہ ملنے پر ہوئی۔ اس ذات شریف نے حکومت کے بعض مخالفین کی ہمدردیاں بھی اس الیکشن میں حاصل کیں لیکن عام طور پر یہ تاثر تھا کہ یہ مخالفت محض "نورا کشتی" ہے اور کچھ نہیں اور جب تاج پورہ لاہور کے انتخابی جلسہ میں لاتعداد معصوم بچے روندے گئے اور درجنوں جوان موت کا شکار ہوئے اور اس وڈیرے نے نوٹس نہ لیا تو سازباز کا یقین ہو گیا۔

الیکشن کے بعد وہ مسلم لیگ سے وابستہ ہوا۔ مسلم لیگ کے قائدین نے ماضی کی تلخیاں بھلا کر اسے نوازا۔ لیکن

کھر کھر تھا جبھی اسلام کے دور میں وہ اپنی جماعت سے بغاوت و غداری کر کے لندن جا نکلا۔ اور واپس اس وقت آیا جب "انتخابی جھرلو" کا معرکہ سر ہو چکا تھا اور قوم [illegible] کی پیداوار حکمرانوں سے نبرد آزما تھی۔

واپس آ کر اس نے رنگ برنگے بیانات دیے جن سے اس کے اندر کا چور آہستہ آہستہ ظاہر ہوتا گیا اور اب اس نے تازہ بیان دے کر اپنی اصلیت ظاہر کر دی ہے۔

اسے فقید المثال تحریک چند شرپسندوں کا ڈرامہ نظر آتی ہے۔

اسے یہ تحریک مذہب کی آڑ میں ملک کی سالمیت کے خلاف سازش معلوم ہوتی ہے۔

اور وہ کہتا ہے کہ میرے پاس اس کی معقول وجوہات ہیں۔

اور اسی لیے وہ بھٹو صاحب کے ہاتھ مضبوط کرنے کا روایتی نعرہ لگا کر میدان میں آ گیا ہے۔

قوم تو اس بات کو تسلیم ہی نہیں کرتی کہ "مضبوطی کے عمل" میں کبھی تعطل بھی ہوا تھا؟ بلکہ اسے یقین ہے لاہور کے ضمنی انتخاب سے لے کر اس بیان کے داغنے تک جو کچھ ہوا وہ "مضبوطی کے عمل" کے ضمن میں ہی آتا ہے۔

آج ایسے وقت میں جبکہ اس کا ممدوح بعد از خرابی بسیار مذاکرات کی میز پر بہت کچھ ماننے پر تیار ہے — (شاید کہ ان کے سامنے آنے تک یہ مرحلہ بخیر و خوبی طے ہو چکا ہو)

کھر کو تحریک میں ملک غرق ہوتا نظر آتا ہے اور وہ معقولیت کے تمام تقاضوں سے عاری ہونے کے باوجود اپنے اس دعویٰ میں معقول وجوہات دیکھتا ہے لیکن واہ رے اپنے نئے اور پرانے قائد سے وفاداری کہ وہ یہ معقول وجوہات اسے نہیں بتاتا اور نہیں کہتا کہ صاحب بہادر! آپ کن لوگوں سے مل رہے ہیں؟ —

کھر قماش کے لوگوں کو ہر دور میں یہی نظر آیا کہ جو لوگ کمال خلوص سے ملک کی خدمت کرتے ہیں وہ ملک کی سلامتی سے کھیلتے ہیں اور کھر جیسے ملک کے خادم ہیں۔

مذاکرات کے دوران بھٹو کے کھلے اور چھپے رفقاء

کے طرز عمل [illegible] خطرات پیدا کیے لیکن [illegible] کی بیدار مغز [illegible] اور مخلص قیادت نے [illegible] ان خطرات [illegible] مقابلہ کیا اور اپنا سفر جاری رکھا

ہمیں معلوم نہیں کہ کھر [illegible] کیا طے ہوا ہے لیکن ہم یہ کہنا اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ان گرتی دیواروں کو سہارا دینے والو! تم کوئی سا بھی روپ دھار لو، قوم تمہیں جانتی ہے اور اب وہ وقت دور نہیں جب اس ملک میں نظام شریعت کا سورج طلوع ہو گا۔ اور تم سبھی اپنے کیے کی سزا پاؤ گے — مولانا ظفر علی خاں مرحوم کا یہ شعر نوٹ کر لو ؎

نہ جا اس کے تحمل پر کہ ہے بے ڈھب گرفت اس کی
ڈر اس کی دیرگیری سے کہ سخت ہے انتقام اس کا

اور یا پھر اوقاف کے علماء کو سڑکوں پر آنے سے روکنے اور غیر سیاسی تنظیم بنانے کا مشورہ دینے والے ننگ دین و ملت کا یہ شعر یاد کر لو جو اسے یاد ہو نہ ہو لیکن ہے حقیقت ؎

ظالم کا جہاں زیر و زبر ہو کے رہے گا
مظلوم کی آہوں کا اثر ہو کے رہے گا

علم — ۱۰ جون

آیت کریمہ

۲۳ جون بعد نماز مغرب - انشاء اللہ تعالیٰ

دعائے مغفرت

میرا عزیز ترین دوست نذیر احمد (کاموکی) ٹریفک کے حادثہ میں ۱۰ جون کو جاں بحق ہو گیا ہے قارئین کرام مرحوم کیلئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو دولت صبر سے نوازے۔ (محمد رفیع انجم)

خطبہ جمعہ

ضبط و ترتیب : علوی

یہ بڑا نفع کا سودا ہے

حضرت الامام مرشد برحق مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم

بعد الحمد والصلوٰۃ :

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم :-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :-

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ھَلْ اَدُلُّکُمْ عَلٰی تِجَارَۃٍ ......

فَاَیَّدْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلٰی عَدُوِّھِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰھِرِیْنَ

صدق اللہ العلی العظیم -

ترجمہ : سورۂ صف کا دوسرا رکوع پورے کا پورا نقل کیا گیا - ترجمہ ملاحظہ فرمائیں :-

"اے ایمان والو! میں بتلاؤں تم کو ایسی سوداگری جو بچائے تم کو ایک عذاب دردناک سے، ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر، اور لڑو اللہ کی راہ میں اپنے مال سے اور اپنی جان سے، یہ بہتر ہے تمہارے حق میں اگر تم سمجھ رکھتے ہو، بخشے گا وہ تمہارے گناہ اور داخل کرے گا تم کو باغوں میں، جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں اور ستھرے گھروں میں بسنے کے باغوں کے اندر، یہ ہے بڑی مراد ملنی اور ایک اور چیز دے جس کو تم چاہتے ہو، مدد اللہ کی طرف سے اور فتح جلدی، اور خوشی سنا دے ایمان والوں کو۔ اے ایمان والو! تم ہو جاؤ تم ہو جاؤ مددگار اللہ کے، جیسے کہا عیسیٰ مریم کے بیٹے نے اپنے یاروں کو، کون ہے کہ مدد کرے میری اللہ کی راہ میں، بولے یار، ہم ہیں مددگار اللہ کے، پھر ایمان لایا ایک فرقہ بنی اسرائیل سے اور منکر ہوا ایک فرقہ، پھر قوت دی ہم نے ان کو جو ایمان لائے تھے ان کے دشمنوں پر پھر ہو رہے غالب!"

(حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ)

پچھلے رکوع پر ایک نظر

سورہ صف کے دو ہی رکوع ہیں۔ دوسرا رکوع نقل کیا گیا اور ساتھ ہی حضرت شیخ الہند علیہ الرحمہ کے ترجمہ سے اس کا ترجمہ نقل کیا گیا۔ پچھلے رکوع کی پہلی آیت میں اس کا ذکر ہے کہ :

"زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی کے بیان میں مصروف ہے اور اللہ تعالیٰ زبردست و حکیم ہے"

دوسری اور تیسری آیت میں اہل ایمان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ :-

"جس چیز پر تمہارا عمل نہیں وہ بات کہتے کیوں ہو؟"

مزید یہ کہ :-

"بڑی بیزاری کی بات ہے اللہ کے یہاں کہ کہو وہ چیز جو نہ کرو"۔

یعنی جو کہنا اس پر عمل نہ کرنا غضب الٰہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے اور خدائے بزرگ و برتر اس سے سخت بیزار ہوتے ہیں۔

چوتھی آیت میں ان مردان خدا اور مجاہدین برحق

کے متعلق جو راہ حق میں جہاد کرتے ہیں۔ فرمایا کہ:۔

"یہ اللہ کو بہت محبوب ہیں اس لیے کہ وہ اس طرح صف باندھ کے لڑتے ہیں گویا سیسہ پلائی دیوار ہیں۔"

پانچویں آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ارشاد کا ذکر ہے کہ انہوں نے اپنی قوم کو فرمایا کہ مجھے کیوں ستاتے ہو جبکہ تمہیں معلوم ہے کہ میں تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا ہوں۔ (آگے فرماتے ہیں کہ) جب وہ پھر گئے یعنی حق کو ترک کر دیا۔ تو اللہ نے ان کے دل پھیر دیئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو ہدایت نصیب نہیں فرماتا۔ کیونکہ بدی کرتے کرتے دل سیاہ اور سخت ہو جاتے ہیں اور بات ہٹ دھرمی و ضد تک پہنچ جاتی ہے۔ اس کے بعد قبول حق کی صلاحیت سلب ہو جاتی ہے تو ایسے لوگوں کے حق میں قدرت کا یہی فیصلہ ہو جاتا ہے جس کا ذکر ہوا۔

اگلی آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے اس بات کا ذکر ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ (میرا پیغام نیا نہیں۔ میں تو تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں اور میں ایسے رسول اعظمؐ کی بشارت دینے آیا ہوں جو میرے بعد آیا چاہتا ہے، جس کا نام نامی احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوگا۔ لیکن فرمایا کہ جب وہ بشارت مسیحؑ آگئی تو بدبخت لوگوں نے اسے کھلا جادو کہہ کر تکذیب کی راہ اختیار کی۔

اس سے آگے فرمایا کہ جو شخص خدا پر جھوٹ باندھتا ہے، کتب سماویہ میں تحریف کرتا ہے، حقائق الٰہیہ کا انکار کرتا ہے۔ اس سے بڑھ کر ظالم اور کوئی نہیں حالانکہ ان نالائقیاں کرنے والوں کو محض خدا ہی کی طرف بلایا جاتا ہے (اور تو کچھ نہیں لیکن بجائے اسے ماننے کے اس پر جھوٹ باندھتے ہیں۔ اس کے احکامات کا انکار کرتے ہیں اور جب نوبت یہاں تک پہنچ جائے اور ظلم و ناانصافی کا یہ عالم ہو جائے تو ایسے لوگوں کو ہدایت کیسے نصیب ہوگی) اللہ اس قسم کے بے انصافوں کو ہدایت نصیب نہیں فرماتا۔

قرآن کا عنوان

پہلے رکوع کی دو آیتوں میں اس بات کا ذکر ہے کہ لوگ اللہ کی روشنی کو اپنے منہ (کے پھونکوں) سے بجھانا چاہتے ہیں لیکن اللہ نے اس روشنی کو پورا کرنا ہی ہے اگرچہ منکر برا مانیں (ساتھ ہی اللہ نے اپنا تعارف کرایا) کہ خدا وہ ہے جس نے بھیجا اپنا رسول ہدایت و دین حق دے کر تاکہ اس کو غالب کر دے سب دینوں پہ اگرچہ برا مانیں اس کو مشرک!

گویا اللہ نے اس دین کو غلبہ کی خاطر بھیجا۔ ہمارے بزرگوار مولانا عبیداللہ سندھی قدس اللہ سرہ العزیز نے ان آیات کو قرآن کا عنوان قرار دیا۔ جس کو مختصر لفظوں میں "غلبہ اسلام" سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

اس غلبہ اسلام کے لیے اگلی آیات میں جن کا ترجمہ ابتدا میں عرض کیا راہ عمل بتلائی ہے اور ساتھ ہی اس کے دنیوی اور اخروی فوائد کا ذکر فرمایا۔ بقول حضرت علامہ عثمانی علیہ الرحمہ

"یعنی اس دین کو تمام ادیان پر غالب کرنا تو اللہ کا کام ہے لیکن تمہارا فرض یہ ہے کہ ایمان پر پوری طرح مستقیم رہ کر اس کے راستہ میں جان و مال سے جہاد کرو۔"

یہ بڑا نفع کا سودا ہے

حضرت علامہ آگے فرماتے ہیں:۔

"یہ وہ سوداگری ہے جس میں کبھی خسارہ نہیں۔ دنیا میں لوگ سینکڑوں طرح کے بیوپار اور تجارتیں کرتے ہیں اور اپنا کل سرمایہ اس میں لگا دیتے ہیں بعض اس امید پہ کہ اس سے منافع حاصل ہوں گے اور اس طرح راس المال (اصل سرمایہ) گھٹنے اور تلف ہونے سے بچ جائے گا۔ پھر وہ بذات خود اور اس کے اہل و عیال تنگدستی و افلاس کی تلخیوں سے محفوظ رہیں گے لیکن مومنین اپنے جان و مال کا سرمایہ اس اعلیٰ تجارت میں لگائیں گے تو صرف چند روزہ افلاس سے نہیں بلکہ آخرت کے دردناک عذاب اور تباہ کن خسارہ سے مامون ہو جائیں گے اگر مسلمان سمجھے تو یہ تجارت دنیا کی سب تجارتوں سے بہتر ہے جس کا نفع کامل مغفرت اور دائمی جنت کی

صورت میں ملے گا جس سے بڑی کامیابی اور کیا ہو سکتی ہے۔" (ص ۱۹۱)

آخرت کی لازوال اور بے انتہا کامیابیوں کے ساتھ دنیا کی کامیابی کا اس طرح ذکر ہے۔

نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَتْحٌ قَرِيْبٌ

حضرت مولانا عثمانیؒ اس پر فرماتے ہیں :-

"اللہ کی طرف سے ایک مخصوص امداد اور جلد حاصل ہونے والی فتح و ظفر، جن میں سے ہر ایک دوسرے کے ساتھ چولی دامن کا تعلق رکھتی ہے۔"

آگے مولانا اپنے "ماضی" کی طرف مختصراً توجہ دلاتے ہیں :-

"دنیا نے دیکھ لیا کہ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کے ساتھ یہ وعدہ کیسی صفائی سے پورا ہوا؟

اس میں کوئی شبہ نہیں غلامانِ محمد علیہ السلام آندھی طوفان بن کر دنیا پر چھا گئے کہ عرب و عجم کی عظیم سلطنتیں ان کے پاؤں تلے تھیں۔ چاردانگ عالم میں پرچم اسلام لہرانے لگا اور دنیا جو ظلمت کدہ تھی امن و سلامتی کا گہوارہ بن گئی۔ ایمان و طمانیت کی روشنی چار سو پھیل گئی۔ یہ سب کیوں تھا؟ محض اس لیے کہ مسلمانوں میں ایمان کی بے پناہ قوت تھی۔ ایثار و قربانی کا فقید المثال جذبہ تھا اور جذبات جہاد کا ایسا سلسلہ تھا جس کی مثال دنیا میں نہیں مل سکتی۔

جب ایمان کا رشتہ ڈھیلا پڑ گیا اور جذبات جہاد ماند پڑ گئے تو مسلم قوم پریشانیوں کا شکار ہو گئی۔ ان پریشانیوں سے چھٹکارا کیسے حاصل ہو گا۔ وہ مولانا عثمانیؒ کے الفاظ میں سنیں :-

"آج بھی مسلم قوم اگر سچے معنی میں ایمان اور جہاد فی سبیل اللہ پر ثابت قدم ہو جائے تو یہ سب کامیابی ان کی قدم بوسی کے لیے حاضر ہے۔"

ایک واقعہ

اس کے ساتھ آخری آیت میں جناب عیسیٰ علیہ السلام کی "دعوت نصرت" کا ذکر ہے جس کو حواری حضرات نے قبول کیا اور بنی اسرائیل کی باہمی چپقلش میں "اہل ایمان" کے غلبہ کا ذکر فرما کر توجہ دلا دی کہ :-

"غلبہ اہل ایمان کے لیے ہے۔"

اُحد کا قصہ

قرآن میں غزوۂ احد کے واقعات میں غلبہ اور ایمان کو لازم و ملزوم قرار دیا۔ یہ ساری باتیں اس طرف توجہ دلاتی ہیں کہ قیامت کی کامیابیوں کے ساتھ دنیا کا سُکھ اور چین ایمان و جہاد پر منحصر ہے۔

مقامِ مسرّت

پاکستان کی تیس سالہ تاریخ میں پہلی مرتبہ عظیم الشان ذہنی انقلاب، ایمانی جذبات کا طوفان، ایثار و قربانی کا بے پناہ شوق انتہائی پرمسرت مقام ہے اور محسوس ہوتا ہے کہ تیس سال کی اجتماعی غلطیوں کی معافی   کا وقت آچکا ہے اور شہیدوں کا لہو نیز زندہ بچوں اور بچیوں کی قربانی رنگ لایا چاہتی ہے۔

انشاءاللہ

اب اس ملک میں اسلام کے خلاف سازشیں پروان نہ چڑھ سکیں گی۔ اب اس ملک میں اسلام کا نفاذ ہو گا اور وہ ظالم و استبدادی طاقتیں جنہوں نے دین حق کا راستہ روکا اور عوام پر بے پناہ ظلم کئے مجرموں کے کٹہرے میں کھڑی ہوں گی اور انشاءاللہ اپنے بدترین انجام سے بچ نہ سکیں گی۔

بس آپ اس "نفع" کی تجارت میں مشغول رہیں۔ وعدۂ خداوندی برحق ہے۔ نصرت آئی اور فتح ہوئی۔ اللہ تعالےٰ اس مشکل دور کو جلد از جلد بعافیت دور فرمائے۔

واخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین

ضروری اعلان

ایڈیٹر ترجمان اسلام اکرام القادری صاحب کی اہلیہ سخت علیل ہیں اور ترجمان اسلام کے کاتب صاحب بھی بیمار ہیں (احباب سے دعا کی اپیل کی جاتی ہے) جس کی وجہ سے ۱۷ رجون کا شمارہ شائع نہیں ہو گا۔ (ادارہ)

پاکستان کا آئین ـــ چند غور طلب نکات

(محمد اسلم رانا)

پاکستان کا موجودہ آئین ۱۹۷۳ء میں نافذ کیا گیا تھا۔ اس کے اسلامی اور ملکی سلامتی کا ضامن ہونے کی وضاحتیں اکثر سننے میں آتی رہتی ہیں۔ دستور میں اسلام کو پاکستان کا سرکاری مذہب قرار دیا گیا ہے۔ اور اس امر کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ مسلمانوں کو اسلام کے مطابق زندگیاں گزارنے کی سہولتیں اور مواقع مہیا کئے جائیں گے۔ ایک خصوصی کونسل کا قیام عمل میں لایا گیا ہے جو سات برسوں میں تمام مروجہ قوانین کی جگہ اسلامی قوانین کے نفاذ کی سفارشات پیش کرے گی۔ ان دنوں تو ایک ترمیم کے ذریعے چھ ماہ کے قلیل عرصہ میں ہی مکمل اسلامی نظام کے نفاذ کی مسعود مساعی شروع بھی کر دی گئی ہیں۔ یہ سب امور بڑے خوش آئند اور پاکستانیوں کے دلوں کی امنگوں کے ترجمان ہیں۔ بالخصوص ان حالات میں کہ برسر اقتدار پارٹی کے اسلام سے خلوص اور پاکستان کے محبت کے بارے میں بہت کچھ کہا سنا گیا تھا مذکورہ صورت حال اطمینان بخش اور باعث تسکین قلب ہے۔

مندرجہ بالا تمام شواہد اور امید افزا امور و حقائق کے ساتھ بعض اصحاب فکر و دانش کی آراء بھی قابل مطالعہ ہیں۔ اگرچہ آئین میں کہیں بھی سوشلزم کا لفظ تک بھی موجود نہیں ہے اور کسی بھی شق سے اسلام سے انحراف کا شبہ بھی نہیں پڑتا تاہم آئین کا مسودہ پاس ہوتے ہی ان دنوں پنجاب کے وزیر خزانہ اور بھٹو صاحب کے ایک دیرینہ دست راست محمد حنیف رامے نے کہا تھا کہ دستور میں سوشلسٹ معیشت کو مکمل تحفظ دیا گیا ہے۔ ملک کے ایک ممتاز قانون دان ایس ایم ظفر نے کہا تھا کہ یہ آئین طبعاً اسلامی اور عملاً سوشلسٹ ہے۔

پاکستان کا قیام اور وجود اسلامی قومیت کا مرہون منت ہے۔ جب مشرقی پاکستان کے مسلمانوں نے اسلامی قومیت سے منکر ہو کر بنگلہ قومیت کا نعرہ بلند کیا تو مشرقی بازو پاکستان نہ رہا بنگلہ دیش کے نام سے موسوم ہو گیا۔ پاکستان کے ذہین و فطین وزیر اعظم اور عالمی شہرت کے حامل سیاستدان جناب ذوالفقار علی بھٹو نے بنگلہ دیش کو تسلیم بھی اس لئے کیا تھا کہ ان کی نسل الگ ہے، زبان الگ ہے، ثقافت الگ ہے۔ ادھر آئین کمیٹی کے چیئرمین جناب عبد الحفیظ پیرزادہ نے آئین کی تشریح و توضیح اور توصیف کے ضمن میں فرمایا تھا کہ پاکستان مختلف زبانوں اور ثقافتوں پر مبنی صوبوں کی فیڈریشن ہے۔ یعنی رہے سہے پاکستان کے آئین کی بنیاد اسلامی قومیت نہیں ہے بالفاظ دیگر جن بنیادوں پر دنیا کی پانچویں اور سب سے بڑی اسلامی مملکت کے حصے بخرے کرنے کی تحریک بنگلہ دیش کے نام سے شروع کی گئی تھی انہیں آئینی تحفظ حاصل ہو گیا ہے۔ بنگلہ دیش ۲۲ فروری ۱۹۷۴ء کو تسلیم کیا گیا تھا۔ سندھ اسمبلی نے اس موضوع پر قرار داد تہنیت پاس کرنی چاہی تو کسی ممبر نے کہا کہ فی الحال آئینی طور پر مشرقی پاکستان مملکت خداداد پاکستان کا ہی ایک حصہ ہے۔ اور قومی اسمبلی نے آئین میں مناسب ترمیم نہیں کی ہے اس پر سندھ اسمبلی کے سپیکر نے اس رولنگ کے ساتھ اس کا اعتراض مسترد کر دیا تھا کہ بنگلہ دیش قسم کی تحریک پاکستانی آئین کے منافی نہیں ہے۔

مروجہ آئینی حقوق کی رو سے طوائفیں اپنے مکروہ و مذموم پیشہ کی آزادی کے لئے ہائی کورٹ کی طرف رجوع کرتی ہیں حکومت ایسی تمام عورتوں کو اپنے گاہکوں کے نام پتے وغیرہ مکمل کوائف رکھنے اور انہیں باقاعدہ کیش میمو جاری کرنے کے سرکلر جاری کرتی ہے۔

سندھ ہائی کورٹ میں حالیہ مارشل لاء کے نفاذ کا اقدام چیلنج کیا گیا ہے۔ عدالتی کارروائی کا ایک اخباری اقتباس تحریر خدمت ہے: "مسٹر خالد اسحاق کے اٹھائے ہوئے ان نکات پر بحث کرتے ہوئے اٹارنی جنرل آف پاکستان مسٹر یحییٰ بختیار نے کہا کہ آئین کی شق نمبر ۲ میں اسلام کو پاکستان کا سرکاری مذہب قرار دیا گیا ہے وہ ایک رسمی بات ہے اس کے معنی یہ نہیں کہ کوئی ایسا قانون بنایا نہیں جا سکتا یا ایسی ترمیم نہیں کی جا سکتی جو اسلام کے منافی ہے۔ اس موقع پر درخواست دہندہ کے وکیل مسٹر نسیم فاروقی نے دلیل دی کہ آئین کی رو سے موجودہ قانون کو اسلام کے مطابق کرنے کیلئے سات سال کا وقفہ دیا گیا ہے اور یہ کہ مستقبل میں کوئی قانون غیر اسلامی نہیں ہوگا۔ عدالت نے کہا یہ دلیل قابل قبول نہیں"۔ متذکرہ بالا گزارشات کی روشنی میں سادہ دل پاکستانیوں کے جذبات کا بآسانی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ امید واثق ہے کہ اہل اقتدار اصحاب ہم لوگوں کی خوش فہمیوں کو آئینی تحفظ دینے کی طرف توجہ فرمائیں گے۔

مجلسِ ذکر

ضبط و ترتیب : علوی

صدیق اکبرؓ! افضل البشر بعد الانبیاءؑ

شیخ طریقت حضرت مولانا عبیداللہ انور زید مجدھم

بعد از خطبہ مسنونہ!

یہ مہینہ اتفاق سے جمادی الثانی ہے اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یارِ غار و مزار حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہوئی۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت بلافصل نصیب ہوئی اور ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ افضل البشر بعد الانبیاء ہیں۔

صدیق اکبرؓ ان خوش قسمت لوگوں میں سے ہیں جن کے نقشِ پا پر چلنے کی درخواست ہم ہر نماز میں کرتے ہیں۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ اس صراطِ مستقیم کی وضاحت فرمائی کہ ان کی راہ جن پر تو نے انعام کیا اور انعام یافتہ کون ہیں؟ وہ قرآن ہی نے بتلایا۔ نبی، صدیق، شہید اور صالح! جماعت صدیقین میں حضرت صدیق اکبر سب سے بڑھ کر ہیں۔ آپ نے مسندِ خلافت سنبھالنے کے بعد سب سے پہلے خطبہ میں (پالیسی تقریر) یہ ارشاد فرمایا:۔

اگر میں قرآن و سنت کی راہ چلوں تو تم میری اطاعت کرو ورنہ میری اصلاح کرو۔

حکمرانوں کے لیے یہ ایک سنہری اصول ہے جو حضرت صدیق اکبرؓ نے ارشاد فرمایا۔ لیکن اب ہماری بدقسمتی کہ ہمیں ایسے حکمران ملے جن کی نہ شکل اسلامی ہے نہ سیرت، نہ انہیں نماز سے واسطہ ہے نہ روزہ سے، امر بالمعروف کا انہیں احساس نہیں، نہی عن المنکر کا فریضہ وہ انجام نہیں دیتے اور بس زبانی دعوے کسی کام کے نہیں۔ طرفہ تماشا یہ ہے کہ ان کو سمجھاؤ نصیحت کرو تو پڑے بنو، جیل جاؤ، گولی کھاؤ۔ یہ لوگ اصل میں قوم کے پسندیدہ حکمران تو ہیں نہیں زبردستی قوم پر مسلط ہیں اور اپنے تسلط کو قائم رکھنے کے لئے ظلم و زیادتی کا ہر طریقہ اپناتے ہیں اور انہیں خدا کا خوف تک نہیں، شرم و حیا نہیں حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ صدیق اکبرؓ باغ میں جا کر چڑیا کو دیکھ کر فرماتے کہ تو خوش قسمت ہے کہ قیامت کا حساب تجھ سے نہیں ہوگا اور میں . . . . . .

اور یہ لوگ تو چاہتے ہیں کہ ہمارا فرمایا ہوا ہر حال میں مانا جائے حالانکہ یارِ غار نے فرمایا کہ مانو اس وقت جب بات قرآن و سنت کے مطابق ہو ورنہ اصلاح کرو۔ اور خود نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا لَا طَاعَةَ لِلْمَخْلُوْقِ فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ کہ جہاں اللہ کی نافرمانی ہوتی ہو وہاں مخلوق کی اطاعت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمایا۔ لا تطعھما کہ اپنے ماں باپ کی اطاعت مت کرو، ان کا کہا مت مانو کب؟ جب وہ تمہیں شرک و نافرمانی کی طرف بلائیں

اندازہ لگائیں کہ والدین کا یہ مقام ہے کہ ان کے سامنے اُف تک کی اجازت نہیں لیکن جب وہ خدا کی نافرمانی و بغاوت کا حکم دیں تو ان کی بات بھی نہیں مانتی۔

حضور علیہ السلام کے ماموں حضرت سعد بن ابی وقاص مسلمان ہوئے تو والدہ نے کھانا کھانا چھوڑ دیا لیکن انہوں نے فرمایا کہ جو کچھ بھی ہو جیو مرو میں

اسلام کو نہ چھوڑدوں گا۔

الغرض بات صدیق اکبرؓ کی ہو رہی تھی جنہوں نے ایک اصول دیا۔ اور پھر اس اصول پر ہمیشہ عمل کیا ان کے اصول محض کتاب، آئین کے سنہری حروف و نقوش نہ تھے جو لائبریریوں کی سجاوٹ اور زیب داستان کے لیے لکھ چھوڑے ہوں بلکہ یہ سب کچھ عمل کے جذبہ کے لیے تھا۔ اور انہوں نے عمل کر کے دکھایا۔ وہ رعایا پر بوجھ نہیں بنے۔ سرکاری مال کو ذاتی ضروریات پر خرچ نہیں کیا۔ مختصر روزینہ لیا اور وہ بھی مرتے ہوئے وصیت کر کے واپس کرا دیا۔ نئے کپڑوں میں کفن نہیں کیا۔ بیوہ اور معذور لوگوں کے گھروں کی خدمت، پانی بھرنا، جھاڑو دینا وغیرہ کا کام کرتے تھے۔ اور سب سے بڑھ کر حضرت صدیق اکبرؓ کا جذبہ ایمان ہے جو ہمیں قدم قدم پر نظر آتا ہے۔ مختصر دورِ خلافت میں اتنے فتنے ہیں۔ کہ پناہ بخدا! ایک درجن کے قریب جھوٹے نبی دعوے کر کے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ لوگ زکوٰۃ کا انکار کر دیتے ہیں لیکن صدیق اکبرؓ ہیں کہ تمام مدعیانِ نبوت کا قلع قمع کرتے ہیں اور ان کو ایسی عبرت ناک سزا دیتے ہیں کہ یہ فتنہ پوری طرح دب جاتا ہے۔ اور اس کا استیصال ہو جاتا ہے۔

مانعین زکوٰۃ کے بارے میں بعض صحابہ بھی نرم رائے رکھتے تھے لیکن آپ نے سختی سے جھڑک دیا۔ اور فرما دیا کہ بیت المال کے حقہ کی رسی روکنے والا بھی بچ کر نہیں جا سکے گا اور یہ ممکن نہیں کہ:

"میرے جیتے جی اسلام میں کمی کی جائے"

بہرحال مختصر وقت ہوتا ہے توجہ اس طرف دلانا تھی کہ صدیق اکبرؓ عظیم محسن ہیں انہوں نے بے پناہ مال ایثار کیا۔ ان کے احسانات کا سب سے بڑا اعتراف خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔ اور فرمایا کہ

"ان کے احسانات کا بدلہ خدا ہی چکائے گا۔"

ضرورت ہے کہ ان کے اسوۂ مبارکہ کو حکمران اور عوام سارے ہی اپنائیں اور رحمت الٰہی کے مستحق بنیں۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

سُچّے موتی

مرسلہ: رستم علی ناصر، رنہ ٹبہ بنگلہ

شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحؒ فرماتے ہیں:-

۱- رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرامؓ کی مقدس ہستیاں مشعل راہ اور درس عمل ہیں۔ یہ وہ بزرگ تھے جن کو بارہا صادق، مصدوق رسولؐ کی لسان مبارک سے مغفرت اور رضاء خداوندی کی بشارتیں دی گئیں۔ مگر ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ جس کا درجہ انبیاء علیہم السلام کے بعد سب سے بلند قرار دیا گیا ہے وہ ایک مرغ کو دیکھتا ہے تو حسرت کرتا ہے۔ کاش! میں یہ پرندہ ہوتا تو حساب و کتاب کی کشمکش سے محفوظ رہتا۔ جس کو بشارت دی گئی کہ اس کی زبان معیارِ حق و صداقت ہے۔ اس کے سایہ سے شیطان بھاگتا ہے۔ وہ حسرت کرتا ہے کہ کاش! میں لکڑی ہوتا کہ کاٹ کر ختم کر دیا جاتا۔

یہ سب وہی متضاد کمالات ہیں جو مقربین بارگاہ الٰہی کا مخصوص حصہ ہوا کرتے ہیں۔ ظاہر پرستوں کا پروازِ فکر بھی اس مقام بلند تک نہیں پہنچ سکتا۔ جہاں انتہائی عروج و ترقی اور انتہائی مقبولیت۔ اس طرح تواضع کامل اور انکسار کے ہم دوش ہیں۔ اس لیے عارف رومیؒ نے نصیحت فرمائی ہے:-

کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

۲- معشوقِ حقیقی ہر چیز کو دیکھتا ہے، ہر چیز کو سنتا ہے۔ اس پر کوئی چیز مخفی نہیں وہ شدید الغیرۃ ہے اس کے سامنے بجز خشوع و خضوع اور رازہائے سربستہ کے اخفاء اور اظہارِ عبودیت کاملہ اور اتباع سید العشاقؐ کوئی چیز کارآمد نہیں۔

خلیفہ اوّل

حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ

حافظ عابد محمود قریشی عابدؔ، اچھرہ لاہور

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا نام نامی کسی مسلمان بلکہ نامسلموں کے لیے بھی اجنبی نہیں۔ ازل ہی سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یارِ غار ہونے کا غیر معمولی اعزاز آپ کے لیے ودیعت کر دیا گیا تھا۔ اسلام کی تاریخ میں جتنی عزت و عظمت کے درجۂ علیا تک آپ پہنچے ہیں کوئی صحابیؓ رسولؐ نہیں پہنچ سکے۔ اس کا اندازہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے اس قول سے ہو سکتا ہے کہ "حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہم سب ایسے حالات میں گھر گئے تھے کہ اگر اللہ رب العزت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ذریعے ہماری مدد نہ فرماتا تو ہم سب ہلاک ہو جاتے"۔

آپ کا اسم مبارک عبداللہ، ابوبکر کنیت تھی۔ صدیقؓ عتیق ہر دو آپ کے لقب تھے۔ قریش کی ایک شاخ سے تعلق رکھتے تھے۔ صدیقؓ آپ کو اس لیے کہتے تھے کہ آپ بچپن ہی سے نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کا فریضہ عطا ہوا۔ تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اسلام لانے کو کہا۔ تو آپ فوراً اسلام لے آئے۔ عتیق آپ کو اس لیے کہا جاتا ہے کہ ایک دفعہ رحمۃ للعالمین ؐ نے پیار بھری نگاہوں سے آپ کو دیکھا اور فرمایا کہ اَنْتَ عَتِیْقُ اللّٰہِ مِنَ النَّارِ کہ تُو اپنے رب کی طرف سے جہنم سے آزاد ہے۔

آپؓ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے چار برس چھوٹے تھے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکرؓ جنتیوں کی ایک جماعت کے سردار ہیں۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ میری امت میں سب سے پہلے حضرت ابوبکرؓ جنت میں داخل ہوں گے۔ عشرہ مبشرہ میں آپ کا اسم گرامی مرقوم ہے۔ باوجودیکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی شرح و بسط کے ساتھ آپ کا جنتی ہونا بیان فرما دیا تھا۔ آپ حساب و کتاب سے اتنا ڈرتے تھے کہ ساری ساری رات توبہ استغفار کرتے گزر جاتی، اتنا روتے کہ آپ کا چہرہ اور ریش مبارک اشکوں سے تر بتر ہو جاتے۔ ایک دفعہ ایک گلستان میں گئے وہاں ایک پرندے کو چہچہاتا دیکھ کر آہ بھری اور فرمایا کہ تو کس قدر عیش و عشرت میں ہے کہ کھاتا ہے پیتا ہے اور آخرت میں تجھ پر کوئی حساب نہیں۔ اے کاش کہ ابوبکر بھی تجھ جیسا ہوتا۔

ایک جنگ کے موقعہ پر حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے چندہ کی اپیل کی۔ یوں تو ہر صحابی اپنی بساط سے بڑھ کر لائے لیکن شیخین کا واقعہ ایمان افروز ہے۔ حضرت عمرؓ اثاث البیت کا نصف اٹھا لائے اور دل میں سوچا کہ زندگی میں اور تو کبھی موقعہ ملا نہیں اور نہ ہی آئندہ امید ہے کہ میں دین کے سلسلے میں حضرت ابوبکرؓ سے بڑھ جاؤں۔ دل میں یہ خیال فرمایا اور دولت خانہ کا آدھا سامان کہ جس کی مالیت ہزاروں روپے بنتی تھی اٹھا لائے۔

حضرت ابوبکرؓ بھی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور اثاثۂ حیات ساری عمر کی پونجی سمیٹے ہوئے بڑی عاجزی اور نیازمندی سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دست بستہ پیش کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ گھر کے لیے بھی کچھ چھوڑ آئے تو فرمایا کہ گھر میں خدا اور خدا کا رسول چھوڑ آیا ہوں۔ علامہ اقبال نے اس مضمون کو یوں ترتیب دیا کہ ؎

پروانے کو چراغ بلبل کو پھول بس
صدیقؓ کو خدا و خدا کا رسولؐ بس!

تقویٰ و پرہیزگاری میں آپؓ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پرتو تھے۔ آخر آپؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم جلیس انیس و غمگسار تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات آپؓ پر ضو فگن تھی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے موقعہ پر جبکہ حضرت عمرؓ جیسے عدیم النظیر شجاع ڈانواں ڈول ہو گئے آپ نے صبر و استقلال کا پہاڑ بن کر کام کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب خلافت کا مسئلہ زیر غور آیا تو تمام صحابہ کرامؓ نے کہا کہ جب مرض وفات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جیسی خدمتِ عظمیٰ پر آپ کو معمور فرمایا تو جب حضورؐ نے آپ کو دین کا مقتدا بنایا تو ہم دنیا کے معاملات میں بھی آپ ہی کی اقتدا کریں گے۔

آپؓ کپڑے کے تاجر تھے۔ تقرریٔ خلافت کے بعد ایک دفعہ آپ کچھ چادریں بازو پر ڈالے جا رہے تھے کہ حضرت عمرؓ سے ملاقات ہوئی۔ حضرت عمرؓ نے دریافت فرمایا کہ کہاں کا ارادہ ہے؟ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ بازار جا رہا ہوں حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر آپ کاروبار میں مشغول ہو گئے تو خلافت کا کام کون کرے گا۔ آخر دونوں حضرات حضرت ابو عبیدہؓ (کہ جن کو حضورؐ نے امین کا لقب دیا تھا) کے پاس گئے اور بیت المال سے معمولی وظیفہ مقرر ہو گیا۔

ایک دفعہ آپ کی زوجہ مطہرہ نے فرمایا کہ کسی میٹھی چیز کھانے کو جی چاہتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے پاس تو کچھ ہے نہیں میٹھی چیز لانے کو، آپ کی اہلیہ معظمہ نے فرمایا کہ ہم روز کے کھانے سے تھوڑا تھوڑا بچا لیا کریں گے۔ چنانچہ کچھ دن کے بعد آپ کی اہلیہ نے کئی دن سے تھوڑا تھوڑا بچایا ہوا آپ کو دیا اور کہا کہ بازار سے کوئی میٹھی چیز لے آئیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے وہ لے کر بیت المال میں جمع کر دیا اور فرمایا کہ تجربہ سے ثابت ہوا کہ اتنا مال ہم کو بیت المال سے زیادہ ملتا ہے جبکہ اس سے کم میں بھی گزر ہو سکتی ہے۔

آپ نے ایک دفعہ لوگوں کو جمع کر کے عظیم الشان خطبہ دیا مشہور مورخ ابن سعد نے لکھا ہے کہ ایسا عمدہ خطبہ پھر کسی مسلمان کے حصہ میں نہیں آیا۔ آپ نے فرمایا:-

"لوگو! میں تمہارا امیر بنایا گیا ہوں۔ حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر میں اچھا کروں تو میری مدد کرو اور اگر برا کروں تو سیدھا کر دو سچائی ایک امانت ہے، جھوٹ ایک خیانت ہے۔ تم میں جو کمزور ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے۔ یہاں تک کہ میں اس کا شکوہ دور کروں۔ جب کوئی قوم جہاد چھوڑ دیتی ہے اللہ اس پر ذلت مسلط کر دیتا ہے۔ جب تک میں اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کروں، تم میری اطاعت کرو۔ اگر میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی معصیت کروں تم پر میری اطاعت فرض نہیں۔"

اچھا اب جاؤ نماز پڑھو، اللہ تم پر رحم کرے۔

آخر میں ۱۳ ہجری مطابق ۶۳۴ عیسوی اس وادیٔ پُرخار کو گلوں کا نشیمن بنا کر اپنے محبوب ہی کے پہلو میں ابدی نیند سو گئے۔

اللہ ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

ایک سیّد عالم جیّد چل بسا!

(انا للہ و انا الیہ راجعون)

مجاہد کبیر، پیر طریقت سید نیاز احمد شاہ صاحب مرحوم کی وفات حسرت آیات سے علماء، صلحا، طلباء، فقراء سب کو یکساں دلی صدمہ ہوا۔ مرحوم بہت صفات حمیدہ کے حامل تھے۔ رات کو عابد، زندگی میں زاہد، میدان کے مجاہد، عالم باعمل، فاضل اجل، مقرر، ولی، صالح، مخلص، متقی رقیق القلب تھے۔

جو بھی جا رہا ہے اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت کرے۔ ہم سب کو صبر کی توفیق مرحمت کرے۔ آمین!

(مجلس تحفظ حقوق اہل سنت پاکستان)

سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سازی

از
مولانا جمیل اختر صاحب

ایک طرف دشمنانِ اسلام کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر رہتا۔ جن کا ایک ایک فرد تمام مادی اور ظاہری اسلحہ جات سے مسلح اور عیش و نشاط میں ڈوبا ہوا تھا تو دوسری جانب مٹھی بھر حق کے پرستار تھے۔ جن کے پاس نہ تو ظاہری اسلحہ و سامانِ حرب تھا اور نہ فوج و سپاہ کی کثرت! بھوک کی شدت بجھانے کے لئے خورجی سے کھجور نکال کر شرابِ الفت سے سرشار اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوا اور مؤدبانہ عرض کی یا رسول اللہ اگر میں آج اللہ کی راہ میں اپنی جوانی قربان کردوں تو مجھے کیا انعام ملے گا۔ اللہ کے رسول نے ارشاد فرمایا "اللہ کی رضا اور اس کی جنت" اللہ اللہ ان الفاظ کا سننا تھا کہ نہ تو اسے اپنی کڑیل جوانی کا خیال پیدا ہوا نہ ماں باپ کی الفت و محبت سنگِ راہ بن سکی۔ اور نہ دشمنوں سے گرز و نیزہ و سنان اور تلوار اور خنجر کی دھار سے ڈر معلوم ہوا۔ حضورؐ کے الفاظ کیا تھے گویا جنت اپنی اصلی اور حقیقی شکل میں اس کی نگاہوں کے سامنے آموجود ہوئی۔ پھر کیا تھا ایک کھجور کا کھانا بھی دشوار اور ناگوار ہوگیا۔ اُسے تھوکتے ہوئے بھوکے شیر کی طرح آگے بڑھا۔ تلواروں کی جھنکار میں بے خوف و خطر گھس گیا اور حق و صداقت کی قربان گاہ پر قربان ہو کر جنت کو سدھارا۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ دو چار یا دس بیس واقعات ایسے ہوں تو انہیں قلمبند بھی کیا جائے۔ اللہ کے جانثاروں کی فہرست پر نظر ڈالو۔ تو سینکڑوں اور ہزاروں ایسے ملیں گے۔ جن کی جانثاری اور جانسپاری کے قصے آج بھی تاریخ کے اوراق میں موجود ہیں اور جن کی صداقت و سچائی پر آفتاب و ماہتاب اور درخشندہ ستارے شاہد و گواہ ہیں۔ یہیں تک نہیں ایک قدم آپ اور بڑھیں تو آپ کی عقل دنگ رہ جائے گی کہ سردارِ انبیاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس تعلیم نے بندگانِ خدا کو کس طرح بلند کر کے اونچے مرتبہ تک پہنچایا۔

حضرت عمر فاروق رضؓ کی سیرت بتا رہی ہے کہ آپ بڑے جاہ و جلال کے ساتھ کھلی تلوار ہاتھ میں لئے رواں دواں دارِ ارقم کی طرف تشریف لے جا رہے تھے کہ العیاذ باللہ چراغ نبوت کو گل کر دیا جائے۔ مگر آپ کو معلوم ہے اس کا انجام تھوڑی ہی دیر میں کیا ہوا۔ حضرت عمرؓ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ اور بے ساختہ پکار اٹھے اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمد رسول اللہ یہ وہ آواز تھی کہ جس نے مکہ کی پہاڑیوں کو ہلا ڈالا اور سارے مکہ کے سورماؤں کے دل دہل گئے۔ پھر کیا ہوا بلا پس و پیش اور بلا جھجک فوراً خانہ کعبہ میں پہنچے اور علی الاعلان اللہ کی عبادت کی نماز پڑھی اور فرمایا باغیوں اور سرکشوں کو باخبر ہونا چاہیئے کہ عمرؓ نے آج منزلِ مقصود کو پالیا اور تمام کفر و شرک کی آلائشوں سے پاک و صاف ہو کر محمدؐ کے غلاموں میں شریک ہوگیا۔ دنیا کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ آخر یہ کیا معاملہ تھا جس نے منٹوں اور سیکنڈوں میں ایسا انقلاب پیدا کر دیا۔

حضرت خالد ابن ولید وہی تو ہیں جو معرکہ احد میں کفار کے مقدمۃ الجیش میں شامل تھے۔ جن کی وجہ سے صحابۂ کرامؓ کے بہتر نفوس نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔ مگر جس دن اللہ کے سفیر کی صداقت کے آگے جبین نیاز خم کیا پکار اٹھے کہ خالد جب تک راہِ خدا کے باغیوں اور نافرمانوں کی بہتر ہزار گردنیں نہ کاٹے گا اسے چین نصیب نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ اپنی ساری عمر جہاد فی سبیل اللہ اور دین کے بقاء و استحکام اور اس کے بول بالا کرنے میں لگا دی۔ اور آخر وقت تک اپنے عہد کو پورا کرنے میں لگے رہے۔ حضرت وحشیؓ کی زندگی کو دیکھئے کہ انہوں نے ہندہ کے تعلق اور سو اونٹ انعام پانے کی تمنا میں سید الشہداء حضرت حمزہؓ کو دھوکے سے شہید کر ڈالا لیکن جب دولتِ اسلام سے مشرف ہوئے تو ندامت و شرمندگی میں ڈوب گئے اور تلافی مافات کے لئے اپنے نفس سے کہا۔ اے وحشی اگر کافروں میں سے بھی ایسے ہی نامور اور شجاع شخص کو تو نے قتل نہیں کیا تو میدان قیامت میں خدا کو منہ دکھانے کے لائق نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ خلیفۂ اول سیدنا حضرت ابوبکر صدیق کے دورِ خلافت میں نبوت کے جھوٹے مدعی مسیلمہ کذاب کو جب تک قتل نہ کیا دل کو سکون اور قلب کو اطمینان نصیب نہ ہوا۔ [1] آج اس کی تلافی ہو گئی اور توبہ کامل ہو گئی۔

دوستو! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کفر و الحاد کی گھنگھور گھٹاؤں میں چند نفوس کو صراطِ مستقیم کی راہ دکھائی تھی۔ ان میں ایمان و یقین کی ایسی طاقت پیدا کر دی تھی اور آخرت کی کامیابی کی فکر اس درجہ ان کے رگ و پے میں پیوست کر دی تھی کہ ابتلا و آزمائش کی سخت سے سخت گھاٹی بھی ان کے قدم میں لغزش پیدا نہ کرسکی۔

صحابہ کرام کی زندگی میں خوفِ خدا کا پہلو خصوصیت سے قابل

---

[1] پھر پکار اٹھے کہ الحمد اللہ جس نے مجھے ... قصور کا ارتکاب ... کہ ہوا تھا

لحاظ ہے۔ دیکھئے اگر کوئی گناہ صادر ہوا تو فوراً بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر اپنے نفس پر حد جاری کرانا بہت اونچی چیز ہے کیا دنیا کا کوئی مذہب اپنے پیشوا اور مقتدا اور رہبر کے بارے میں ایسی مثال پیش کر سکتا ہے جس نے انسان کے جسموں پر نہیں بلکہ روحوں اور دل و دماغ پر ایسی حکومت کی ہو۔ اور ایسا عظیم انقلاب پیدا کر دیا ہو۔

ایک صحابی سے زنا کی لغزش ہو گئی تو اللہ کے فیصلہ اور حکم رسول کے آگے ندامت اور شرمندگی سے حاضر ہو کر اپنے کو سنگسار کرنے کے لئے پیش کر دیا۔ شراب عرب کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ مگر جب کانوں میں آواز آتی ہے۔ انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ تو مشکوں کے مٹکے توڑ دیئے گئے۔ مؤرخین نے لکھا ہے کہ اس کثرت سے صرف ایک آواز پر بلا کسی جبر و تشدد کے لوگوں نے شراب بہانی شروع کر دی کہ مدینہ کی گلیوں میں موسم برسات کا سماں نظر آنے لگا گویا آسمان سے بجائے پانی کے شراب کی بارش ہوئی۔

ایک صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے گناہ سرزد ہو جاتا ہے۔ معاً خوف خدا اور فکر آخرت دل میں پیدا ہوتا ہے لرز جاتی ہے حال یہ ہے کہ ارتکاب جرم کا کسی کو بھی علم نہیں مگر خدائے واحد کے علیم و خبیر ہونے پر اتنا یقین ہے آخرت کی سدھار کی ایسی فکر ہے کہ اللہ کے رسول کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر عرض کرتی ہیں یا رسول اللہ مجھ بدنصیب سے زنا کا ارتکاب ہو گیا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بے توجہی سے ان کی طرف سے روئے مبارک پھیر لیا اور دوسری طرف متوجہ ہو گئے گویا سنا ہی نہیں پھر وہ دوسری طرف حاضر ہوئیں اور اشک ندامت بہاتے ہوئے عرض کیا حضور میں بڑی بدنصیب اور گناہ گار ہوں مجھے پاک کر دیجئے بھلا اس داغ دار چہرے کو لے کر رب العالمین کے حضور میں کیسے حاضر ہوں گی۔ نبی کریم نے پھر بے توجہی برتی اور روئے مبارک پھیر لیا۔ صحابیہ کی بے قراریاں بڑھتی جا رہی تھیں۔ پھر تیسری مرتبہ مخاطب کرتے ہوئے عرض کیا۔ حضور میں شیطان رجیم کی گرفت میں آ کر گناہوں میں ملوث ہو گئی ہوں مجھے پاک کر دیجئے۔ اللہ اللہ یہ کون سی طاقت اور یہ کس کی تعلیم کا اثر ہے کہ ایک نادیدہ گناہ پر اقبال جرم کرتے ہوئے آخرت کی ہلاکت و بربادی پر دنیا کی ذلت و رسوائی کو ترجیح دی جا رہی ہے۔

رحمتہ للعالمین نے فرمایا تمہیں دھوکہ ہو گیا ہے۔ مگر ایمان و یقین کی اس پیکر نے فرمایا اے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ دھوکہ نہیں حقیقت ہے میں حمل سے ہوں لہذا مجھے پاک کر دیجئے۔ اور ارتکاب جرم پر زار و قطار رونے لگی۔ حضور صلعم نے فرمایا اچھا ابھی جاؤ۔ وضع حمل کے بعد آنا۔ اللہ تعالیٰ کی بندی روتی ہوئی واپس آئیں مگر تا وضع حمل چین و سکون نصیب نہ ہوا بعد وضع حمل پھر فکر آخرت کی دیوانی دربار رسول میں حاضر ہوئیں اور فرمایا کہ اللہ کے نبی فداک ابی و امی اب وضع حمل کی مدت ختم ہو گئی لہذا مجھے پاک کر دیجئے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی تو یہ بچہ تمہارے دودھ کا محتاج ہے لہذا دودھ پلاؤ رضاعت کی مدت ختم ہونے پر دیکھا جائے گا۔ پھر حسرت و مایوسی کے ساتھ واپس ہوئیں اور بڑی بے چینی سے رضاعت کی مدت گزار کر سہ بارہ دربار رسالت میں اس حال میں حاضر ہوئیں کہ بچے کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا اور کہا یا رسول اللہ مدت رضاعت بھی گزر چکی ہے اب یہ لڑکا میرے دودھ کا محتاج نہیں روٹی کے ٹکڑے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "یہ دیکھئے بچہ اب روٹی کھانے کے لائق ہو گیا ہے اب تو مجھے پاک کر دیجئے۔ پتہ نہیں کب پیمانہ زندگی لبریز ہو جائے تو پھر میں اپنے آقا اور مولا کے پاس اپنے داغدار چہرہ کو لے کر کیسے حاضر ہوں گی اب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کا حکم دیا چنانچہ جسم کا نصف حصہ زمین میں دفن کر کے انہیں سنگسار کر دیا گیا۔

جب ان کا جنازہ تیار ہوا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ کے لئے تشریف لے چلے۔ حضرت عمر فاروق نے پوچھا یا رسول اللہ کیا آپ ایسی عورت کے جنازہ کی نماز پڑھائیں گے آپ نے فرمایا عمر تمہیں معلوم نہیں اس خدا کی بندی نے اپنے گناہ سے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اس کو مدینہ کے تمام لوگوں پر تقسیم کر دیا جائے ان کیلئے کافی ہو جائے۔

اللہ اکبر یہ کس کی شان گرامی ہے جس نے ایک قلیل مدت میں عرب کے سنگدل بدکردار اور بت پرست لوگوں میں یہ انقلاب پیدا کر دیا اور ایسی ایمانی حلاوت سے آشنا کر دیا کہ جان عظیم تو قربان کر دینا تو گوارہ تھا مگر خدا اور رسول کی حکم شکنی گوارہ نہیں تھی۔ اللہ اپنے فضل و کرم سے ہم لوگوں کو بھی یہ ایمانی حلاوت اور آخرت کے سدھار کی فکر عطا فرمائے آمین۔

ایک دو نہیں بیسیوں ایسے واقعات ہیں جنہیں طوالت کے سبب نظر انداز کیا جاتا ہے کہ ایسی لغزشوں کے مرتکبین خود بخود حاضر ہو کر اسلامی حدود جاری کرنے اور اپنے کو ارتکاب جرم کی سزا دینے کے لئے پیش کر رہے ہیں۔ ذرا بتاؤ تو سہی یہ کون سی طاقت تھی جس نے عام و خاص کو اس طرح شکنجے کے اندر جکڑ لیا تھا کہ ایک بڑی سے بڑی حکومت اور عظیم الشان سلطنت بھی سنگینوں پر ننگی تلواروں، توپوں و بندوقوں کے پہروں کے باوجود بھی اس کو انجام نہیں دے سکتی۔ غزوہ تبوک سے (جسے اسلامی غزوات میں بڑی اہمیت حاصل ہے) واپسی پر جب اُن لوگوں کے نام اللہ کے رسول

کے سامنے پیش کئے گئے جو اس غزوہ میں شریک نہیں ہوئے تھے جن میں تین افراد کے علاوہ بقیہ سب منافقین تھے اس وقت منافقوں نے جھوٹی قسمیں کھا کھا کر اپنا عدم شرکت کے اعذار بیان کر دیئے مگر صحابہ کرام کا یہ حال تھا کہ الصدق ینجی والکذب یھلک کی تعلیم نبوت پر ایمان و یقین رکھتے ہوئے صاف صاف عرض کر دیا یا رسول اللہ ہم لوگوں کو کوئی معقول عذر ایسا نہ تھا جو مانع ہوتا دراصل سستی کوتاہی اور کم ہمتی نے ہمیں مجبور کر رکھا تھا۔ اس پر ان کا معاملہ خدا کے حوالے ہوا۔ مگر عدم شرکت کے جرم میں فوری یہ سزا تجویز کی گئی کہ ان سے قطع تعلق کر لیا جائے اور ان کا بائیکاٹ کر دیا جائے چنانچہ خود خدا نے ان سے بول چال بند کر دی اور صحابہ کو بھی حکم فرمادیا کہ ان سے بات چیت نہ کریں۔ یہ گھڑی اور ساعت وہ تھی جس سے بڑے بڑے انسانوں کے قدم ڈگمگا جاتے۔ درحقیقت یہ وقت اور جذبہ خدا پرستی کی آزمائش کی بڑی سخت ساعت تھی کیونکہ اس بائیکاٹ سے بڑھ کر کوئی مصیبت نہ تھی۔

جھوٹے اور دغا باز منافق مسرور و خوش پھر رہے تھے۔ اور حق اور سچائی پر ایمان لانے والے غیروں سے نہیں اپنی جماعت اور اپنے افراد سے گفتگو کرنے کے لئے ترس رہے تھے نہ تو کوئی ان سے بات چیت کرتا ہے نہ کوئی نظر اٹھا کر دیکھتا ہے نہ کوئی کسی بھی قسم کی دلداری کرتا اور تسلی و تشفی کے کلمات سناتا ہے حتی کہ ماں، بہن اور بیوی تک نے بولنا چھوڑ دیا۔ بیوی کو یہ خیال تک نہ پیدا ہوا کہ اگر میں اللہ کے رسول کے فرمان کی تعمیل کر کے اپنے شوہر سے قطع تعلق کر لیتی ہوں تو اس کا انجام کیا ہوگا اور خاوند کو چھوڑ کر اپنی زندگی کس طرح گزار سکوں گی۔ کیونکہ ان کے اندر اللہ کے نبی نے حکم خدا اور رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کی وہ اسپرٹ پیدا کر دی تھی کہ وہ اس کے مقابلے میں ہزاروں راحت و سکون کو تو قربان کر سکتیں تھیں مگر خدا اور اس کے رسول کے حکم سے غفلت و لاپرواہی اس کے بس سے باہر کی بات تھی اور انہیں ہرگز جیتے جی یہ گوارا نہیں تھا چنانچہ انہیں اپنے متعلق دریافت کرنے پر جب حکم ملا کہ تم لوگ بھی اپنے شوہروں سے بول چال اور ہر قسم کی مراعات اس وقت تک بند کر دو جب تک خدا کوئی فیصلہ نہ فرمادے۔ تو پھر زن و شوہر کی ساری لطافتیں مفقود اور معدوم ہو گئیں۔ وہ ہی عورتیں جو کل تک شوہروں کی اطاعت اور حکم بجا لانا اپنی سعادت سمجھتی تھی آج انہیں اس کی مخالفت اور قطع تعلق رکھنے اور بول چال بند کر دینے ہی میں اپنی سعادت نظر آرہی ہے مگر قربان جائیے ان پیکر اسلام صحابہ پر جنہوں نے خدا اور اس کے رسول کی مرضی کے آگے اپنے وجود کو بے حقیقت اور اپنے نفس کو ایسا کچل ڈالا تھا کہ اپنی رفیق حیات کی اس بے تعلقی پر ان کے چہرے پر بل تک نہیں آیا کبھی یہ خیال بھی پیدا نہ ہوا کہ وہ جس کی پوری کفالت اور ہر قسم کی رعایت کا میں ذمہ دار ہوں آج وہ بھی مجھ سے ایسی چڑھ گئی ہے تعمیل حکم تو درکنار کلام تک گناہ اور جرم عظیم سمجھتی ہے۔

اللہ رے ایمان و یقین کی طاقت اور دین متین پر استقامت کے باوجودیکہ ان کی نگاہیں دیکھ رہی ہیں۔ کاذب و جھوٹا مسرور و خوش ہے۔ اسی سے بول چال سب قائم و استوار ہے۔ اس کے برعکس صداقت و سچائی والے کی جان کے لالے پڑ رہے ہیں مگر پھر بھی ....

بال برابر نہ تو ایمان و یقین میں تذبذب ہے اور نہ تزلزل بلکہ پورے انہماک اور پوری پابندی کے ساتھ مسجد کی حاضری بھی ہے اور ہر ہر قدم پر اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری کا پاس و احترام بھی ہے۔ قطع تعلق اور بائیکاٹ کا معاملہ ایک دو دن نہیں بلکہ مسلسل چالیس دن تک رہا! دوست احباب بیوی بچے، ماں باپ، خویش و اقارب حتی کہ بازار کے دکانداروں نے بھی ہر قسم کا لین دین تک بند کر دیا۔ سب کچھ تھا مگر ایمان و عمل صالح میں بجائے کمی ترقی اور زیادتی ہوئی البتہ برابر اور ہمہ دم یہ خیال دامن گیر تھا کہ کسی صورت اللہ کے رسول کوتاہیوں کو درگزر فرما کر راضی ہو جائیں۔ عین اس وقت دشمنوں نے ایمان و یقین کی بیش بہا دولت پر ڈاکہ زنی کی ٹھانی اور ان لعینوں اور نابکاروں نے انہیں دولت اسلام سے محروم کر دینے کا عزم وارادہ کے ساتھ ایک قاصد کی معرفت مکتوب بھیجا جس میں ترغیب دی گئی تھی کہ ہم لوگوں کو یہ سن کر بڑا رنج و ملال ہوا کہ تمہارے نبی نے تمہاری قدردانی نہیں کی اور تم لوگوں کو سچ بولنے کی عوض میں ناقابل برداشت سزا دی گئی ہے افسوس کہ انہوں نے تمہاری علو مرتبت کو نہ پہنچانا ہم لوگ آج بھی اسی طرح تمہیں صاحب عز و جاہ سمجھتے ہیں جس طرح تم ہو اور آج بھی تم سے قلبی اور دلی ہمدردی ہے۔ مطلب یہ تھا کہ کسی صورت سے اسلام کے یہ شیدائی دائرہ اسلام سے خارج ہو جائیں۔ قطع تعلق اور بائیکاٹ کا یہ مسلسل معاملہ اور مصائب اس پر غیروں کی طرف سے میٹھے الفاظ میں اس طرح اظہار ہمدردی اور سہارا بھلا سوچ کر بتائیے کہ ایسی کشاکشی میں کون سی طاقت تھی جو انہیں صراط مستقیم پر قائم و ثابت رکھے ہوئے تھی اور کس نے انہیں روکے اور سنبھالے رکھا۔

القصہ خط پر غیظ و غضب سے تیور بدل گئے۔ اور خط کو آگ میں ڈال دیا اور سختی سے فرمایا۔ او بدنصیب دشمن خدا اور رسول تیری ماں تجھے روئے، کیا تو یہ چاہتا ہے کہ میں ایمان کی حلاوت [illegible] اور دولت اسلام سے محروم ہو جاؤں اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اسلام کی دولت و نعمت جو [illegible]

کی جوتیوں کے صدقے میں نصیب ہوئی ہے اسے جیتے جی چھوڑ نہیں سکتا آخر میں پچاس دن کے بعد خدائے لایزال ولایموت نے جب معافی و برات کا حکم فرمایا تو انہوں نے مژدہ جانفزا سنتے ہی جوش و مسرت میں خوشخبری سنانے والے کو بدن کے کپڑے اتار کر دے دیئے جو اس وقت ان کی متاع و پونجی تھی۔

یہ عقیدت ہی نہیں بلکہ تاریخی حقائق کی روشنی میں ایک دعویٰ ہے کہ آج دنیا کا کوئی مذہب اپنے پیشوا کی تعلیم و تربیت بر سہا برس کی سعی و پیہم و جہد مسلسل کے بعد بھی وہ اثر نہیں پیش کر سکتے جو ہمارے آقا و مولا اللہ کے رسول فداہ ابی وامی صلعم نے چند سال کی مدت میں ان پڑھ۔ کند ذہن۔ بد مزاج اور تند خو عرب میں پیدا کر دیا جن کی اخلاقی کمزوری اور قوت انفعالیہ کے ناقص اور ادھورے ہونے کی آج بھی تاریخ شاہد ہے۔ اگر دنیا میں تاریخی واقعات بھی کچھ وزن اور حقائق رکھتے ہیں اور بلاشبہ رکھتے ہیں تو پھر انصاف پسند دنیا اس سے انکار نہیں کر سکتی کہ خدا کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے وحشی اور درندہ صفت انسانوں میں آن واحد میں ایسا روحانی انقلاب پیدا کر دیا اور تہذیب و شائستگی کی اس دولتِ عظمیٰ سے نوازا جس کی بدولت انہوں نے مستقبل قریب میں ایک دو نہیں بلکہ لاکھوں انسانوں کو متمدن اور مہذب اور شائستہ بنا دیا جو دنیا کے بہترین مدبر سیاسی فتح مند اور با اقبال بنے۔ یہ اللہ کے رسول کے ہی فیضان نظر کا کرشمہ تھا۔ دنیا آج بھی حیران ہے کہ اللہ کے رسول میں وہ کیا قوت تھی جس نے اتنا زبردست انقلاب پیدا کر دیا نیز کس بلا کی تاثیر تھی کہ تصویر کا رخ پھیرنے میں کچھ بھی وقت صرف نہیں ہوا۔ کیا دنیا اسے بھلا سکتی ہے کہ غزوہ بدر کی شکست اور نگونساری پر ایک شخص اس عہد و پیمان سے مکہ سے عازم مدینہ ہوتا ہے کہ نعوذ باللہ۔ اللہ کے رسول پر حملہ کر کے شہید کر ڈالے عین اس وقت جب کہ اللہ کے رسول اپنے فرائض کی انجام دہی میں مشغول ہیں مسجد نبوی میں پہنچتا ہے۔ شمع رسالت کے پروانے اس کی خون خوار آنکھیں اور بدلتے تیور دیکھ کر اس سے مزاحمت کرنا چاہتے ہیں۔ مگر اللہ کے رسول نے بڑی بے پرواہی سے مسکراتے ہوئے پوچھا "کہو کیسے آنے کی زحمت گوارا کی" آنے والا اس خلق عظیم اور طمانیت قلب کو دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا حیلہ جوئی کرتے ہوئے بولا! فلاں عزیز جو بدر میں گرفتار ہوئے ہیں ان کی رہائی کا سوالی بن کر آیا ہوں۔ اللہ کے رسول نے فرمایا! اللہ کے بندے جھوٹ بولنا اور دھوکہ فریب میں ڈالنا شریفوں کا کام نہیں۔ یہ خدائے واحد و قہار کی ناراضگی کا سبب ہے کیوں سچی بات نہیں کہتے کہ حق کی فتح اور باطل کی شکست سے متاثر ہو کر میرا سر قلم کرنے کے لئے آیا ہوں۔ اخلاق کے الفاظ نشتر بن کر کلیجہ میں چبھ گئے آن واحد میں کایا پلٹ گئی۔ عالم وجد میں پکار اٹھے " بے شک میں اس ناپاک ارادے سے آیا تھا۔ مگر اب غلامی کا شرف حاصل کئے بغیر واپس نہیں جاؤں گا۔

اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ
واشھد ان محمد رسول اللّٰہ

یہ مذہبی عقیدت کی بنا پر محض کوئی دعویٰ نہیں تھا بلکہ اللہ کے رسول سید الانبیاء والمرسلین نے ایک قلیل مدت کے اندر جس طرح عالم میں تمام و کمال انقلابِ عظیم پیدا کر دیا خدا اور بندے کے رشتے باہم مضبوط کئے اور الفت کا بھولا ہوا سبق یاد دلایا۔ حرص و ہوا کی اندرونی خوبیاں درست کیں۔ انسانی جذبات، احساسات اور ارادوں میں عظیم انقلاب پیدا کیا۔ نفوس و قلوب کے عروج کا فن ترتیب دیا اور جس طرح صحیح معاشرت، صحیح تمدن کی تکمیل کی یہ اپنی مثال آپ ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں پیشین گوئیاں

حضرت موسیٰ کہتے ہیں کہ خداوند تیرا خدا تیرے بھائیوں میں سے ہی تیرے درمیان میرے مانند ایک نبی بھیجے گا اسکی طرف کان دھرو۔ انجیل کو دیکھو تو یہ بشارت ملے گی کہ میں اپنے باپ سے درخواست کروں گا کہ وہ تمہیں دوسرا فارقلیط بخشے جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گا۔ میری اور بہت سی باتیں ہیں جو میں تم سے کہوں پر تم اس کو برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب سچائی کی روح آئے گی تو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتائے گی کیونکہ وہ اپنی نہ کہے گی بلکہ جو کچھ سنے گی وہ کہے گی۔

وہ کون سا نبی تھا اور کون سی روح تھی جن کی تعلیم جلوہ گر ہونے کی بشارت اگلی کتابوں اور اگلے انبیاء کے ذریعے پہنچی وہ پیغامِ محمدی اور تعلیم مصطفوی ہی ہے جو دنیا کا آخری اور مکمل ترین پیغام لے کر آئی جسکے بارے میں فاطرِ ارض و سما نے آخری فیصلہ سنا دیا۔ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی۔ آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی۔

اس لئے اب دنیا کے لئے پیغام محمدی اور تعلیم مصطفوی کے سوا اور کوئی پیغام نہیں جسکے دامن میں اسے پناہ مل سکے اور جس سے دینی و دنیاوی سعادت نصیب ہو سکے۔

خیال تھا کہ میں اپنے اس مضمون میں سرورِ کونین صلعم فداہ ابی وامی

اے اکبر! کسی نے خوب کہا ہے سودا خریدنے کو بازار گئے ہم ٭ ہاتھ اس کے لگے جو سکے خریدار گئے ہم۔

اسلام اور مساواتِ زن و مرد

از ڈاکٹر سید زاہد علی صاحب واسطی

اسلام اور عورت

ہمارے لیے یہ بات باعثِ فخر و انبساط ہے کہ اسلامی معاشرہ میں عورت کو اتنی اہمیت و منزلت حاصل ہے جتنی کسی اور انسانی معاشرہ میں اسے حاصل نہیں ہے۔ یورپ، امریکہ اور دوسری اقوام کی خواتین کو اپنے لیے مساوی حقوق کی بازیابی کی خاطر عرصہ دراز تک جدوجہد کرنا پڑی مگر احکامِ الٰہی و سنت رسولؐ کے تحت اسلامی معاشرہ میں عورت کا مقام، عین فطرتِ انسانی کے مطابق ہے۔ جس سے عورت کو سماجی معاشی اور عزت و آبرو کے تحفظ کی ضمانت مل جاتی ہے۔ جو قرآن و سنت کی روشنی میں افکار و افعال سے محروم رہتا ہے۔ اس پر کتاب فضائل اور مساجد اسلام کی تمام راہیں مسدود ہو جاتی ہیں اگر ہم اس قرآن کو جس کو اہلِ ایمان نے صرف قسم کھانے یا رسمہ شارہ کے کارچوبی غلاف میں لپیٹ کر بیٹی، جہیز میں دینے کے لیے مختص کر دیا ہے۔ کبھی کبھی پڑھ کر اور اس اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے کی ٹھان لیں تو نہ حقوقِ نسواں کمیٹی کی تشکیل کی ضرورت ہو گی نہ عورتوں کے عالمی سال اور ہفتہ منانے کی چنداں زحمت اٹھانی پڑیگی

اگر آپ بغور مطالعہ فرمائیں تو قرآن و سنت نے واشگاف الفاظ میں تنبیہہ کی ہے کہ عورتوں کے حقوق کو پامال نہ کیا جائے مگر وہ حقوق کون سے ہیں وہ ہیں عورتوں سے نیک سلوک کرنے اور ان کی محافظت کرنے۔ اور ان سے انصاف کرنے کے ان کے مہر ادا کرنے کے۔ ان کی طلاق کے معاملہ میں ایک بیوی کے ہوتے ہوئے دوسری عورت سے تعلقات رکھنے کے سلسلہ میں اور ان کے وراثت کے معاملات میں یہ سب ہدایتیں ہمارے لیے مشعلِ راہ ہیں تاکہ عورتوں پر زمانہ جاہلیت کی طرح بے انصافیاں روا نہ رکھی جائیں اور باہمی رضامندی سے زن و مرد آپس میں تعلقات استوار رکھیں۔

عورت اور مصافحہ

اس میں کوئی شک نہیں کہ خواتین کے حقوق پر واقعی ایک مدت تک توجہ نہیں دی گئی اور پہلی مرتبہ ہمہ گیر مسائی جمیلہ کو بروئے کار لا کر خواتین میں اس صلاحیت کو اجاگر کرنے کی سعی

کی جا رہی ہے جو کہ درحقیقت قابلِ ستائش ہے مگر عورتوں کو مردوں کے مساوی حقوق دینے کی اوٹ میں آپس کے آزادانہ میل جول کی جو راہ ہموار کی جا رہی ہے اس سے قبیح اور گھناؤنے نتائج برآمد ہونے یقینی ہیں۔ اور نہ جانے کیا کیا نئی منحوس صورتیں معاشرے میں جنم لیں گی۔ جدید مساوات بین المسلمین والمسلمات کے شائق مصافحہ کو عورت کی تکریم کا باعث بتاتے ہیں مگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ناپسند فرمایا ہے۔ امیمہ بنت رقیقہ کا بیان ہے کہ "میں عورتوں کے ساتھ رسول اللہؐ کے پاس بیعت کرنے کے لیے گئی۔ ہم نے اپنی غرض حضور سرورِ کائناتؐ کو عرض کی۔ حضور نے قول دیدیا۔ میں نے مصافحہ کے لیے ہاتھ دیا۔ تو حضور احمد مجتبیٰؐ نے فرمایا میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔" ایک اور روایت کے بموجب کسی جگہ عورتوں سے دستِ مبارک پر کپڑا لپیٹ کر بیعت بھی لی ہے۔ (طبقات ابن سعد، حصہ ہشتم)

اسلامی مساوات کے یہ معنی ہیں کہ احکام الٰہی کے منصفانہ اور مساویانہ حکم کے تحت مرد اور عورت اپنی اپنی استعداد۔ صلاحیت۔ دنیاوی حالات اور میلان طبع کے مطابق زندگی گزاریں قرآن حکیم میں رب جلیل کا ارشاد اسلامی مساوات بین المسلمین والمسلمات کی یوں عکاسی کرتا ہے کہ :۔

ترجمہ :۔ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں۔ مومن مرد اور مومن عورتیں فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں۔ صدق دکھانے والے مرد اور صدق دکھانے والی عورتیں۔ صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں، فروتنی کرنے والے مرد اور فروتنی کرنے والی عورتیں۔ خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنیوالی عورتیں۔ روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنیوالی عورتیں اور اللہ کو بہت یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنیوالی عورتیں ان کے لیے اللہ نے مغفرت اور بڑا اجر تیار کیا ہے۔ (الاحزاب ۳۵)

اسی طرح تمام عورتوں کے لیے مردوں کو ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ انہیں انہی کی جنس سے پیدا کیا ہے جس میں مرد اور عورت کے اتحاد۔ سکون اور مساوات۔ حقوق کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ یعنی ایک دوسرے سے آرام و تسکین پائیں حقیقت میں اگر عورت عالم وجود میں نہ آتی تو مرد کا وجود ہی نامکمل رہتا کیونکہ جو مرد کے پیدا کرنے کی غرض و غائت تھی وہ مکمل نہ ہوتی اس لیئے ہی عورت کو مرد کا (BETTER HALF) بہتر نصف کہتے ہیں۔ گویا عورت ایک ایسی ضروری ہستی ہے کہ خالق نے مرد کے سکون و آرام کا ایک جزو لاینفک قرار دیا۔

ترجمہ :۔ اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہارے لیے تمہاری بیویوں کو تمہاری جنس سے پیدا کیا۔ تاکہ تم ان سے آرام حاصل کرو (الروم ـــ ۲۰)

پردہ کی تاکید

غیر قوموں کی مقدس کتابوں میں کہیں بھی مساوات کا سبق نہیں سکھایا گیا۔ جس کی وجہ ان اقوام نے حالات اور واقعات کے دھارے میں بہہ کر اپنے مردوں اور عورتوں کو اپنے علمی، دماغی آفرینش سے ایسی مساوات بخش دی ہے جو ان میں صفاتی۔ اخلاقی اور ذہنی محیر العقول اختراع کا موجب بنی۔ تمام دن کارخانوں۔ دکانوں بازاروں میں مردوں کے دوش بدوش کام کرنے والی خواتین حصول سکون کے لیے مساوات کا لاشہ کاندھے پر اٹھائے شام کو بجائے گھر کے کلبوں میں غیر مردوں کی گردنوں میں اپنے مرمریں جسم اور سیمیں بازو حمائل کئے رقص و سرود میں نظر آتی ہیں۔ جب کہ اسلامی مساوات کے سلسلہ میں ایک حدیث میں آ رہا ہے کہ حفصہ بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ حضرت عائشہؓ کے پاس باریک دوپٹہ اوڑھ کر جاتی ہیں۔ جو اپنے گریبان کی راہ سے جھلملا رہا ہے۔

حضرت عائشہؓ نے اسے پھاڑ کر پھینک دیا اور دبیز دوپٹہ منگوا کر پہنا دیا۔

باخبار محمد بن ربیعہ کلابی از اسمٰعیل بن رافع از اسحاق الاعمیٰ میں حضرت عائشہ کے پاس گیا۔ آپ نے مجھ سے پردہ کیا۔ میں بولا آپ مجھ سے پردہ کرتی ہیں۔ حالانکہ میں آپ کو دیکھتا ہی نہیں۔ حضرت عائشہ نے فرمایا اگر تم مجھے نہیں دیکھتے تو میں تو تجھے دیکھتی ہوں۔ (طبقات ابن سعد۔ حصہ ہشتم۔)

اسی ضمن میں قرآن مجید کے احکام ملاحظہ فرمائیے:۔

ترجمہ:۔ اے نبی! مومن مردوں سے کہہ دو اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔ اللہ اس سے باخبر رہتا ہے اور اے نبی! مومن عورتوں سے کہہ دو اپنی نظریں بچا کر رکھیں اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھائیں۔ بجز اس کے جو خود ظاہر ہو جائے۔ اور اپنے سینوں پہ اپنی اوڑھنیاں ڈال کر رکھیں۔ وہ اپنا سنگھار ظاہر نہ ہونے دیں۔ مگر ان لوگوں کے سامنے شوہر۔ باپ۔ شوہروں کے باپ۔ اپنے بیٹے۔ بھائی۔ بھائیوں کے بیٹے۔ بہنوں کے بیٹے۔ اپنے میل جول کی عورتیں اپنے مملوک۔ وہ زیر دست مرد جو کسی قسم کی غرض نہ رکھتے ہوں اور وہ بچے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے واقفیت نہ رکھتے ہوں۔ وہ اپنے پاؤں زمین پر مارتی ہوئی نہ چلا کریں۔ کہ اپنی زینت جو انہوں نے چھپا رکھی ہے لوگوں کو اس کا علم ہو جائے ــــ"

(النور ۳۰ــ۳۱)

بناؤ سنگھار پر پابندی

اس آیت کریمہ کی رو سے مرد و زن ہر دو پر جو مساوی قانون لاگو ہوتے ہیں۔ اظہر من الشمس ہیں۔ جس میں قطعاً شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ رہا معاملہ "اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھائیں، بجز اس کے جو خود ظاہر ہو جائے" الفاظ کا جس میں استثنار ہے۔ مگر ذرا معاملہ فہمی سے کام لیں۔ مستورات کو سنگھار (MAKE UP) کرنے کی جو اجازت مشروط طور پر دے دی ہے اس پر پابندی ہے کہ نامحرم کو نہ دکھائیں۔ البتہ جو آپ سے آپ ظاہر ہو جائے (جیسے چادر یا برقعہ کا تیز ہوا سے ہٹ جانا یا کسی کام کے دوران دوپٹہ سینہ سے کھسک جائے) اس پر خدا ذوالجلال کی طرف سے مواخذہ نہیں ہے۔

ابو داؤد ترمذی ونسائی وبیہقی میں حدیث ہے کہ ابن ام مکتوم صحابی نابینا تھے۔ انہوں نے حضورؐ کی خدمت میں آنا چاہا تو آپؐ نے ام سلمہ ومیمونہ سے فرمایا پردہ میں ہو جاؤ۔ انہوں نے عرض کیا کہ وہ تو نابینا ہیں۔ ہم کو نہ دیکھیں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم بھی نابینا ہو۔ کیا تم ان کو نہ دیکھو گی؟

(بیان القرآن ومسائل السلوک۔ حکم ششم۔ قبض ابصار واستتار)

اسلامی معاشرہ وسیع پیمانے پر اصلاحی وانسدادی تدابیر استعمال کرتا ہے وہ سب سے پہلے مومن ومومنات کے نفس کی اصلاح کرتا ہے۔ انسان کے دل میں عالم الغیب اور ہمہ گیر اوصاف (رحیم وکریم قہار وجبار) رکھنے والے مالک کا خوف بٹھاتا ہے۔ اس میں قانونِ الٰہی کی اطاعت کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ اور اسے بار بار متنبہ کرتا ہے کہ حقوق العباد (جس میں بیوی کے حقوق پر اس قدر تفصیل سے بتایا گیا۔ مگر صرف سمجھنے والوں کے لیے باعث فکر ہے) پر توجہ نہ

دینا اور عمل نہ کرنا ان گناہ کبیرہ میں سے ہے۔ جن پر اللہ تعالیٰ سخت باز پرس کرے گا۔ یہی مضمون قرآن حکیم میں بار بار سامنے آتا ہے۔

ترجمہ:۔ اے نبی اپنی بیویوں۔ بیٹیوں اور اہلِ ایمان کی عورتوں سے کہدو کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے پلو (گھونگھٹ) لٹکا لیا کریں یہ زیادہ مناسب طریقہ ہے۔

(الاحزاب۔ ۵۹)

ان آیات میں پہلے بتایا گیا کہ عورتیں اپنی زیبائش کو فلاں فلاں قسم کے مردوں اور عورتوں کے سوا کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں، زمین پر پاؤں مارتی ہوئی نہ چلیں کیونکہ اس طرح لوگ متوجہ ہوتے ہیں۔ یہاں چادر اوڑھ کر گھونگھٹ لٹکانے کا جو صریح حکم آیا ہے۔ اس سے مقصد اجنبیوں سے اپنی زینت چھپانا ہے تاکہ ستر پوشی اور عفت مآبی کا اظہار ہو۔ چونکہ انسان کا قول اس کی نیت کا اظہار کرتا ہے۔ بلکہ عمل سے نیت کا تعین ہوتا ہے۔ لہٰذا جو عورتیں غازہ کے خلاف اور پوڈر کلون کے سپرے میں مردوں کی قوتِ شامہ اور قوتِ باصرہ کو مسحور کرتی ہیں اور محفلوں کی جان بنتی ہیں ان کا یہ عمل خود ظاہر کرتا ہے کہ ان کے پسِ پشت کیا محرکات کام کر رہے ہیں، اس کی غرض اس کے سوا کیا ہوتی ہے کہ ناظرین کے لیے اپنے آپ کو جنت نگاہ بنانا چاہتی ہیں۔ خود دعوت التفات دے کر مردوں کی ذہنی انتشار اور جسمانی محرکات کا سبب بنتی ہیں

اسلام اور مساوات

اسلامی معاشرے نے تو مساوات کا جس قدر درس دیا ہے اس کے شمار پر دفتر لکھے جا سکتے ہیں ہر ہر جگہ مرد اور عورتوں کو مساوی سزا اور انعام کا حق دار قرار دیا ہے

ترجمہ:۔ اللہ منافق مرد اور عورتوں اور مشرک مرد اور عورتوں کو سزا دے اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کی توبہ قبول کرے۔ اللہ درگزر فرمانے والا اور رحیم ہے (الاحزاب۔ ۷۳)

انسانی، اخلاقی و معاشرتی ابتری کے پیشِ نظر یہ ہدایاتِ آسمانی جو کہ کار آمد و دانشمندانہ ہیں۔ سمجھ میں آجاتی ہیں۔ جن کا مقصد عورتوں میں شرم و حیاء کو فروغ دینا ہے۔ ان کے لباس۔ ان کے طور طریقوں کی اصلاح اور انہیں تضحیک و توہین سے محفوظ رکھنا ہے۔ شریعت کے یہ احکام عورتوں کے حجاب کو استوار رکھنے اور شہوت و بد اخلاقی کے سیلاب کی روک تھام کے لیے ناگزیر ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بہ نفسِ نفیس حضرت علیؓ کے خلاف جنگ جمل میں حصہ لیا۔ حضرت فاطمۃ الزہرہؓ خاتونِ جنت نے خلافت کی جانشینی سے متعلق مذاکروں میں شرکت کی۔ آنحضرتؐ کے نواسے حضرت حسینؓ کی ہمشیرہ حضرت زینبؓ نے معرکۂ کربلا میں اپنی تقریر سے خون آشام عبیداللہ بن زیاد اور شقی القلب یزید کے دل ہلا دیئے۔ خاندانِ رسالت کا تاراج قافلہ حضرت زینبؓ ہی کی قیادت میں دمشق گیا اور آپ کی ذات باصفات نے ہی کوفہ کے گورنر ابن زیاد اور خلیفۂ وقت کے سامنے وہ پُر وقار خطبہ دیا جس کی نظیر نہیں ملتی۔ مگر ان چند مثالوں سے صالحات و صحابیات کا مردوں کے دوش بدوش چلنا ثابت نہیں ہوتا اور نہ ہی صالحات یا صحابیات کے مردوں کے دوش بدوش چلنے کا تاریخ کے کسی گوشہ میں کہیں کوئی ثبوت ملتا ہے۔

تعدد ازدواج

اسلامی معاشرہ ارتکاب جرم کے مدارج سے بچانے کے لئے وسیع پیمانے پر انسدادی تدابیر فراہم کرتا ہے۔ زنا جیسے قبیح فعل سے بچنے کے لیے اس نے مرد کو چار شادیوں کی اجازت دی۔ مگر ان پر شرائط کتنی لگا دیں۔ کہ اگر تم آپس میں برابری نہ کر سکو تو ایک ہی پر گذارا کرو۔ بعض لوگوں نے اس بات کو ہمہ رنگ تفریح کا موجب قرار

دیا ہے۔ اور مستورات کو بھی یہ بات بہت جچتی ہے۔ پہلے تو آپ ذرا زمانہ کی تاریخ کا مطالعہ فرمائیے حضرت موسیٰ کے وقت سے پہلے بنی اسرائیل میں تعدادِ ازدواج کا دستور تھا۔ تلمود یروشلم نے معمولی پابندی عاید کی اور حکم دیا کہ صرف اتنی عورتیں اپنے پاس رکھ سکتے ہو جن کا نان نفقہ مہیا کر سکو۔ اہلِ ایتھنز کی نظر میں جو ازمنہ قدیم میں زیادہ مہذب تھے۔ بیوی صرف ایک اثاثہ تھی۔ جو بوقت ضرورت خرید و فروخت ہو سکتی تھی۔ اہلِ اسپارٹا کے یہاں عورتوں کو بیک وقت متعدد شوہروں کی اجازت تھی۔ (GROTE : HISTORY OF GREEKS) رومنز (ROMANS) میں اونچے طبقے کے مردوں کی نچلے طبقے کی عورتوں سے شادی پر پابندی نہ تھی۔ مگر اولاد کو حق وراثت سے محروم رکھا جاتا تھا۔ آنحضورؐ کے ظہور کے وقت ایران میں کثرت ازدواج کا دستور تھا۔ قدیم عربوں اور یہودیوں کے یہاں متعدد بیویوں کے علاوہ مشروط اور عارضی شادیوں کا دستور بھی تھا۔ ماڈ ندرانی اور بازنطینی عورتوں کا معاشرتی درجہ بہت پست تھا۔

معاشرتی مقاطعہ

ان حالات میں ہماری تعلیمات قرآنی کا ظہور ہوا۔ جب تمام معاشرہ فسق و فجور۔ کثرت زنا۔ عورتوں کی بے حرمتی اور زندہ لڑکیوں کو دفن کر دینے کی رسومات سے بھرا پڑا تھا۔ اب سوچیئے کہ عورت کی فلاح و بہبود۔ مساوات المسلمین سے متعلق قرآنی فرامین کے علاوہ مزید کسی اصلاح کی گنجائش رہ جاتی ہے۔ سورۃ البقرہ النساء۔ الاحزاب اور نور کو ہی صرف ایک مرتبہ پڑھ کر دیکھیئے جہاں بغیر کسی پس و پیش کے حتمی احکامات مرد و عورت کے مابین تعلقات کی رہنمائی کرتے ہیں۔ بدکار مردوں اور عورتوں سے معاشرتی مقاطعہ کا حکم دیدیا گیا۔ ان کے ساتھ رشتہ مناکحت رکھنے سے اہلِ ایمان کو منع فرمایا گیا۔ زنا کو جرم قرار دے کر سو کوڑے مارنے کی سزا مقرر کر دی گئی۔ جو شخص دوسرے پہ زنا کا الزام لگائے اور اس کے ثبوت میں چار گواہ پیش نہ کر سکے تو اس کے لیے اسّی کوڑے سزا مقرر کی گئی۔ زنا کی رغبت دلانے والوں اس کی تحریک کرنے والوں اور اس کے مواقع پیدا کرنے والوں کے لیے زنا کی سزا بیان کر کے معاشرے میں زنا کے اسباب کا قلع قمع کیا گیا۔ شوہر اگر بیوی پر تہمت لگائے تو اس کے لیے لعان (چار مرتبہ قسم کھا کر پانچویں مرتبہ اس پر اللہ کا غضب ہو اگر جھوٹا ہو کہے) کا قاعدہ مقرر کر دیا گیا۔ مرد اور عورت کو برابر (DEFENCE) کا موقع دیا گیا۔ لوگوں کو عام ہدایت کی گئی کہ ایک دوسرے کے گھروں میں نہ گھس جائیں۔ عورتوں اور مردوں کو غض بصر کا حکم دیا گیا کہ ایک دوسرے کو گھور گھور کر یا جھانک کر نہ دیکھیں عورتوں اور مردوں کے لیے نگاہوں پر پہرے بٹھا دیئے گئے۔ تاکہ دیدہ بازی۔ حسن پرستی اور عشق بازی تک نوبت نہ آ جائے۔ عورتوں کو حکم دیا گیا کہ "اپنا سر اور سینہ ڈھانپ کر چلیں۔ محرم رشتہ داروں کے سامنے بن سنور کر نہ آئیں۔ اگر باہر نکلیں تو اپنے بناؤ سنگھار کو چھپا کر نکلیں۔ بنی سنوری عورتوں کے باہر نکلنے پر پابندی عاید کر کے ان اسباب کے خاتمہ کی سعی کی گئی جو زنا کے مواقع بہم پہنچائیں اور اس کے محرک ہوں۔ اس سے اشاعت فحش اور قحبہ گری کا سدباب مقصود ہے۔ بہت سی خواتین اور آزادیٔ نسواں اور مساوات نسواں کے داعی مرد گلا پھاڑ پھاڑ کر کہتے ہیں کہ عورتوں کو گھروں کی چار دیواری میں بند کرنا ہمارا معاشرہ ہے۔ جس کی وجہ سے ہمارے ملک کی معیشت خطرے میں ہے۔ اس وجہ سے خواتین کو فوراً باہر آ کر مردوں کے دوش بدوش کام کرنا چاہیئے۔ ان سے عرض ہے۔ کہ اسلام نے گھر کے اندر بند رہنے کی قدغن عورت پر نہیں لگائی بلکہ ان کو نامحرم مردوں کے سامنے اپنی زیب و زینت دکھانے سے منع کیا ہے

شادی کی تاکید

اسلامی معاشرہ میں عورتوں اور مردوں کے بن بیاہے بیٹھے رہنے کا طریقہ ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے۔ اس طریقہ سے معاشرہ میں آشنا یوں (BOY FRIEND AND GIRL FRIEND) کی افزائش ہوتی ہے۔ اور بے شمار برائیوں کے پھیلنے کا امکان ہوتا ہے۔ اور ایک غلیظ ماحول بن جاتا ہے جس کا دھارا زنا اور بدکاریوں کی طرف بہنے لگتا ہے۔ ؎

سوزشِ عشق سے ہو دیدۂ تر اگر پیدا
کیا عجب ہو جو بیاباں سے سمندر پیدا

اور حکم دیا گیا ہے کہ غیر شادی شدہ لوگوں کے نکاح کئے جائیں۔ حتیٰ کہ لونڈی اور غلام بھی بن بیاہے گھر میں نہ رہیں۔ اس لیے کہ تجرد فحش آفریں ہوتا ہے اس سے ایک اصلاحی اسکیم کی ترویج کی گئی تاکہ مجرد مرد اور عورتیں ناجائز طریقہ سے اپنی خواہش نفسانی کی تکمیل کے لیے چور دروازوں کی تلاش نہ کریں۔ لونڈیوں سے کسب کرانے کا عرب میں عام رواج تھا۔ اس کی ممانعت سختی سے کی گئی۔ خانگی ملازموں اور نابالغ بچوں کے لیے یہ قاعدہ مقرر کیا گیا کہ وہ خلوت میں (یعنی صبح، دوپہر اور رات کے وقت) گھر کے کسی مرد یا عورت کے کمرہ میں نہ جائیں۔ اولاد تک کو منع کیا جائے۔ بوڑھی عورتوں کو یہ رعایت دی گئی کہ وہ اپنے گھروں میں سر سے اوڑھنی اتار سکتی ہیں اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ مگر یہ بھی حکم دیا کہ بن ٹھن کر پھر بھی نہ بیٹھیں۔ نیز ان تک کو یہ ہدایت دی گئی کہ اگر اوڑھنیاں سر پہ ڈال لیں تو بہتر ہوگا۔ یہ تمام اسکیمیں اس قادر مطلق کی طرف سے نافذ کی گئیں جو ہم سے بہتر ہمیں جانتا ہے۔ خدائی احکام میں ردو بدل ممکن نہیں ہے۔

زن و مرد کا اختلاط

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور مردوں کے اختلاط کو روکنے کی عملاً کوشش فرمائی اور قولاً بھی منع کیا آپؐ نے عورتوں کو جمعہ کی نماز کی فرضیت سے مستثنیٰ قرار دیا (ابوداؤد۔ ابن ماجہ)

اور تصریح فرما دی کہ ان کے لئے گھر کی نماز مسجد کی نماز سے افضل ہے پھر بھی اگر شرکت کریں تو ان کو روکا نہ جائے اور مسجد میں پچھلی صف میں اقامت کریں۔ اور نماز سے فراغت کے بعد جلد از جلد چلی جائیں (ابوداؤد)

ایک مرتبہ مسجد نبویؐ کے باہر آپؐ نے دیکھا کہ مرد اور عورتیں آپس میں گڈ مڈ ہو گئے۔ اس پر آپؐ نے عورتوں سے فرمایا "پھر جاؤ۔ تمہارے لیے سڑک کے درمیان چلنا مناسب نہیں۔ الگ ہو کر چلو" ان احکامات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عورتوں اور مردوں کی مخلوط مجلس اسلامی نظریہ مساوات سے کیسی مغایرت رکھتی ہے۔ جو دین خدا کے گھر میں مرد عورتوں کو خلط ملط نہیں ہونے دیتا۔ وہ اس زندگی کے دوسرے دوائر میں ان کو کیسے برداشت کر سکتا ہے۔ جلسوں، جلوسوں میں اختلاط کو کیسے برداشت کر سکتا ہے اگر آجکل کے اس بے حجابانہ اختلاط کا سد باب نہ کیا گیا تو ہمیں قوم بنی اسرائیل کا حشر نہ بھولنا چاہیئے۔

قرآنی ہدایات

اسلامی معاشرہ کی داغ بیل ڈالنے کے واسطے سورۃ البقرہ اور سورۃ النور کے بعد سورۃ النساء میں ہمیں اس سوسائٹی۔ اس ثقافت کی تنظیم کے لیے مزید ہدایات مہیا فرمائی گئیں کہ مسلمانوں کے لیے اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو گذارنے کے لیے کون سے طریقے افضل ہیں۔ خاندان کی تنظیم کس طرح کرنی چاہیئے معاشرے میں عورت مرد کے تعلقات کس حد سے تجاوز نہ کرنے چاہئیں۔ یتیموں، بیواؤں کے حقوق معین کئے گئے۔ وراثت کی تقسیم کے

ضابطہ کا لائحہ عمل بتایا گیا اور سمجھایا گیا کہ عورتوں سے نکاح کے بعد بے انصافیاں بدترین انسانی افعال ہیں۔ اس لیے ان سے عدل کرو۔

7 جنسی بیماریاں

بین الاقوامی ادارہ صحت (W.H.O) کی رپورٹ کے بموجب دنیا میں جنسی بیماریاں روز افزوں ترقی پر ہیں۔ ایک محتاط اندازہ کے مطابق دنیا میں ہر سال ۲۵ کروڑ افراد سوزاک اور ۵ کروڑ آتشک (GONORRHEA AND SYPLILIS) میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ چونکہ امریکہ میں انسانی فلاح و بہبود اور ذہنی و جسمانی اذیت کی وجہ سے اسقاط حمل کو قانونی حیثیت حاصل ہے۔ اس لیے صرف نیویارک شہر میں یکم جولائی ۱۹۷۰ء سے ۳۰ جون ۱۹۷۲ء تک (PARKEN & BERGEN REPORT JULY 1973) ۱۲ ہفتہ سے کم حمل کے اسقاط ۳ لاکھ ۲۱ ہزار ۵ سو اور ۱۳ ہفتہ سے زائد کے اسقاط کی تعداد ۸۰ ہزار ۵ سو ریکارڈ کی گئی ہے۔ یہ تو وہ رپورٹ ہے جو کہ قانونی طریقہ سے قلم کی زد میں آ گئی کیا آپ اندازہ کر سکیں گے کہ غیر قانونی اسقاط جو گرفت قلم سے باہر ہیں کس قدر ہوئے ہوں گے۔ سوزاک اور آتشک جیسی جنسی متعدی امراض کی موجودگی ہی صرف اس امر کی نشاندہی کرتی ہے کہ تہذیب یافتہ ممالک میں بے حجابانہ جنسی اختلاط کی بدولت (جن کی نقل کرنے میں ہمارے مرد و زن ہمہ تن کوشاں ہیں) بے راہروی کس قدر ہے۔ کیا یہی مغربی مساوات مرد و زن کے درمیان ہونی چاہیئے؟ یہ بیماریاں ملیریا بخار کی طرح مچھر کے کاٹنے سے تو نہیں ہو گئیں۔ ان کا منبع صرف اور صرف مرد و زن کے ناجائز اختلاط کی بوقلمونی ہے۔ مغربی اقوام اس بڑھتے ہوئے معاشرہ کی غلط اور رستے ہوئے ناسوروں سے اب پریشان ہیں اور اسلامی معاشرے نے تو چودہ سو سال بیشتر ہی اس سے پرہیز کا حکم دیا تھا۔

قرآن کریم ہمیں اپنے معاشرہ کو لحاظ سے ان غلط طریقوں سے روکتا ہے جو نظام تمدن و معیشت اور نظام اخلاق کو خراب کر دیں۔ اور اجتماعی فساد کی دائمی بنیاد بن جائیں۔

مہر کی ادائیگی

عورتوں کے مہر کی ادائیگی کو جس قدر تفصیل سے اور پرزور انداز میں اسلامی معاشرہ میں اہمیت دی گئی ہے اتنی ہمیں کسی قوم میں نہیں ملتی یہاں تک کہ اگر کوئی عورت اپنا مہر معاف بھی کر دے اور بعد میں اس کا مطالبہ کرے تو شوہر کو اس کا ادا کرنا لازم ہے۔ کیونکہ اس کا مطالبہ یہ معنی رکھتا ہے کہ وہ اپنی خوشی سے مہر نہیں چھوڑنا چاہتی۔ میراث میں صرف مردوں کا ہی حصہ نہیں رکھا گیا، بلکہ عورتوں کو بھی اس کا اتنا ہی حقدار مانا گیا ہے۔ میراث کو بہر حال تقسیم کرنے کی ہدایت سینکڑوں فساد بعد از مرگ کی بیخ کنی کرتی ہے۔ حتیٰ کہ اگر مرنے والے نے ایک گز کپڑا بھی چھوڑا ہے اور دس وارث ہیں تو اس کو بھی تقسیم کیا جانا چاہیئے۔

ترجمہ: مردوں کے لیے اس مال میں حصہ ہے جو ماں باپ اور رشتہ داروں نے چھوڑا ہو۔ خواہ تھوڑا ہو یا بہت اور یہ حصہ (اللہ کی طرف سے) مقرر ہے

(النساء ۷)

یہ ہی نہیں بلکہ اس کے بعد ہمیں ہدایت دی گئی کہ کنبہ کے لوگ اور یتیم مسکین آ جائیں تو اس مال میں سے ان کو بھی کچھ دیدینا۔ تمہاری اولاد کے معاملہ میں وراثت کی دشوار گذار مراحل بطریق احسن طے کر دیئے گئے۔ لڑکیوں کو بھی اور لڑکوں کو بھی حصہ دیا جائے گا۔

حصارِ نکاح

عورتوں کے حقوق کی اس سے زیادہ کیا محافظت ہو سکتی ہے کہ ان کو مہر ادا کرو۔ اگر دوسری لانے کا ارادہ کر ہی لو اور پہلی بیوی کو چھوڑنا ناگزیر ہو تو اس کو دیا ہوا مال قطعی واپس نہ لو۔ یہ صریح ظلم ہوگا۔ پھر نکاح کے بارے میں کھلی اور روشن راہیں معین کر دی گئیں۔ کہ تم پر کون کون سے رشتوں کی عورتیں حلال ہیں۔ تاکہ مرد یہاں بھی اپنے نفس سے مغلوب ہو کر گڑبڑ نہ کر لیں مگر اس حلال پر حصارِ نکاح کی شرط لگا دی گئی۔ تاکہ عورتوں کے حقوق کی ذی وقار طریق پر حفاظت ہو سکے۔ تاکہ مرد و زن ہر دو حصارِ نکاح میں محفوظ ہو کر رہیں۔ اور آزادی سے معاشرہ کی تنظیم میں شریک ہوں۔ اور چوری چھپے کورٹ شپ فرینڈ شپ اور جانے کیا کیا شپ نہ کرتے پھریں۔ یہ عین مقتضائے حکمت ہے۔ جہاں ان حدود سے بڑھ کر انسان مصنوعی امتیازات میں اضافہ کرتا ہے وہاں ایک نوعیت کا فساد برپا ہونے کا گمان ہوتا رہتا ہے۔ یہ حدودِ شرع ہماری اور دیگر اقوامِ عالم میں ممیز ہیں۔ قرآنِ حکیم ایک ایسی جامع لاریب۔ منزل من اللہ کتاب ہے۔ جو محمد رسول اللہ ؐ نے دنیا کے سامنے پیش کی۔ جو ہمارے مسائلِ زندگی کی آگاہی کے لیے حرفِ آخر ہے۔ کچھ صاحبان مطالعہ قرآن مخالفانہ۔ منافقانہ اغراض سے کرتے ہیں اور صرف وہ حصہ ان سطروں کے درمیان سے پڑھ لیتے ہیں جو ان کے خیالات سے مطابقت رکھتے ہیں اور مطلب نکال لیتے ہیں۔ ان کو قرآنِ پاک کی سرسری واقفیت بخصوصیت علمیت کا دور کا واسطہ بھی نہیں ہوتا۔ جب کہ یہ کتاب ہمیں کفر۔ فسق۔ ضلالت سے نکال کر سعید روح اور پاکیزہ نفس کی طرف لاتی ہے۔ جو کہ اسلامی معاشرہ کا منبع ہے۔ اور شرطیہ طور پر اسلامی معاشرہ میں عورت اور مرد کے درمیان مساوات سے بہتر ازدواجی، اخلاقی، تعلیمات اور اس کی معاشی اور تمدنی ہدایات مختلف النوع اصول و قوانین کسی نظامِ فکر و عمل میں دستیاب نہیں ہو سکتے۔

آجکل خواتین کے حقوق کے بارے میں جس طرح سوچا جا رہا ہے جس نہج اور روش پر عورتیں اپنے حقوق کی دستیابی کے لیے گامزن ہیں اور جس مساوات کے لیے سینکڑوں جریدے اور اخبار خامہ فرسائیاں کر رہے ہیں۔ یہ ایک سطحی سوچ کی عکاسی کرتا ہے جو غیر اسلامی اسلوب پہ نتیج ہوگا۔ اگر مساوات کے علمبردار مغربیت کی عینک اتار کر دیکھیں تو محسوس کریں گے کہ جس انسانی آزادی اور انسانی بنیادی حقوق کی مثالیں دے دے کے خواتین کو بیدار کیا جا رہا ہے کہ وہ مردوں کے شانہ بشانہ کام کریں۔ مرد غاصب ہیں اور تمہیں وہی حقوق حاصل ہیں جو مرد کے ہیں۔ یورپ اور امریکہ کی تقلید میں اسوۂ حسنہ اور اسلامی ثقافت کو پس پردہ ڈال کر عورت کی بے بساطی اور معصومیت سے کھیلنے والوں کو شاید معلوم نہیں کہ اس قسم کی آزادی کے نتائج کس قدر المناک اور تباہ کن نکلیں گے۔

بقیہ : سیرت سازی

کے متعلق بہت کچھ کہہ سکوں گا مگر میں اس سلسلہ میں اپنی شکست کے اعلان میں مسرت محسوس کر رہا ہوں کہ اتنا کچھ لکھنے پر بھی موضوع تشنہ کا تشنہ ہی رہا اور سب کچھ لکھ کر بھی گویا کچھ نہ لکھ سکا۔

دفتر تمام گشت و بپایاں رسید عمر
ما ہمچناں در اول وصف تو ماندہ ایم
وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

بقیہ حضرت شاہ ولی اللہ

دلا کر معرکہ پانی پت کے لئے دعوت دی۔ ان اجمالی ارشادات کی تفصیلات کے لیے شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات کا مطالعہ بڑی مفید معلومات

مسجد نبوی کے پہلے موذن

شاہ بلیغ الدین

چمک اُٹھا جو ستارہ ترے مقدر کا — حبش سے تجھ کو اُٹھا کر حجاز میں لایا
ہُوئی اسی سے ترے غم کدے کی آبادی — تری غلامی کے صدقے ہزار آزادی
وہ آستاں نہ چھٹا تجھ سے ایک دم کے لئے
کسی کے شوق میں تو نے مزے ستم کے لئے

—— اقبال

حضرت بلالؓ ان جلیل القدر صحابیوں میں سے ہیں جو اس وقت مسلمان ہوئے جب اہل ایمان انگلیوں پر گنے جا سکتے تھے۔ کہا جاتا ہے آپ آٹھویں مسلمان ہیں۔ صدیق اکبرؓ کی فضیلت کے باب میں امام بخاری نے حضرت عمار بن یاسرؓ کی روایت دی ہے کہ میں نے ایمان لانے کے بعد آنحضرت کو دیکھا آپ کے ساتھ ابوبکرؓ دو عورتیں اور پانچ غلام [illegible] یہی روایت اسد الغابہ میں یحییٰ بن معین کے حوالے سے ملتی ہے۔ مجاہد نے پہلے سات آدمیوں کے نام اس ترتیب سے دیئے ہیں۔ حضور اکرمؐ، بلالؓ، صہیبؓ، عمارؓ اور ان کی والدہ سمیہؓ۔ لیکن اسد الغابہ کی اس روایت میں ام المومنین حضرت خدیجہؓ، حضرت ابوبکرؓ، حضرت علیؓ اور حضورؐ کے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہؓ کے نام شریک ہیں۔ اگر یہ سمجھ لیا جائے کہ یہ غلاموں کی فہرست ہے تو حضرت بلالؓ غلاموں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں۔

یہ انہی دنوں کی بات ہے جب آپ نئے نئے اسلام لے آئے تھے کہ ایک مرتبہ خانہ کعبہ گئے۔ بتوں کو دیکھا پوجے جا رہے ہیں، تو رہا نہ گیا۔ بولے جس نے تمہاری عبادت کی نقصان میں رہا۔

قیمت

قریش نے دیکھا ایک حبشی غلام زادے کی یہ ہمت کہ وہ ہمارے بتوں کو بُرا بھلا کہہ رہا ہے، تو انہیں پکڑ کر بڑی تکلیفیں پہنچائیں۔ ورقہ بن نوفل کا بیان ہے۔ میں ایک بار بطحا کے علاقے سے گزر رہا تھا سخت گرمی کے دن تھے۔ پتھریلی زمین کا یہ علاقہ اس زمانے میں آگ کی طرح دہکتا ہے۔ دیکھا کچھ لوگ کسی کو زمین پر گھسیٹے پھر رہے ہیں۔ سینے پر بڑا سا پتھر رکھا ہے۔ پیٹھ پر مرہم پٹی لگائی گئی ہے۔ خون کے فوارے چھوٹ رہے ہیں اور تمام راستہ لہولہان ہوگیا ہے لیکن ظالم اسے گھسیٹنے سے نہیں تھکتے۔ میں نے قریب جا کر دیکھا بلالؓ تھے۔ ان سے کہا! اس عذاب سے بچنے کے لئے وہ الفاظ کہہ دو جو یہ لوگ کہلوانا چاہتے ہیں۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ مگر واہ رے صاحبِ ایمان! جواب دیا۔ "خدا کی قسم یہ لوگ مار بھی ڈالیں تو میں ان کے بتوں کو نہ مانوں گا۔ میرا رب احد ہے، صمد ہے لم یلد ہے ولم یولد ہے۔ سبحان اللہ و تعالیٰ عما یشرکون۔ اللہ کی ذات اس سے پاک اور اس سے بہت بلند ہے کہ کسی کو اس کا شریک ٹھہرایا جا سکے۔

لیس کمثلہ شیءٌ — اللہ جیسی کوئی شے نہیں

ادھر مظالم روز بروز بڑھتے جا رہے تھے۔ ادھر ایمان پختہ سے پختہ ہوتا جا رہا تھا۔ سونا بھٹی میں تپتا ہے تو کندن ہو جاتا ہے۔ بچے بچے کی زبان پر ان مظالم کی داستانیں تھیں جو حضرت بلالؓ پر توڑے جاتے تھے۔ لیکن یہ عاشق رسول ہر ظلم سہتا اور زبان سے صرف وہی کہتا جو دل کہتا تھا۔ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ آخر ابوبکرؓ نے بڑی بھاری قیمت پر حضرت بلالؓ کو خرید لیا۔ ان کے بدلے اپنا بہترین غلام قسطاس، بلالؓ کے مالک امیہ کو دیا۔ اس کے ساتھ بیس سیر چاندی دی اور منہ مانگی اشرفیوں پر یہ سودا طے کیا۔ جب بات طے ہوگئی تو امیہ نے کہا اے ابنِ ابو قحافہ، تمہاری جگہ میں ہوتا تو اس ناکارہ غلام کو درم کے چھٹے حصے میں بھی نہ خریدتا۔

جواب ملا! "امیہ تو اس کی قدر و قیمت کیا جانے؟ اس کے بدلے میں یمن کی بادشاہی بھی بے کار ہے"۔

قدرت کا انتقام دیکھئے۔ میدانِ بدر میں یہی ظالم آقا امیہ، حضرت بلالؓ کے ہاتھوں مارا گیا، لیکن جو مصیبتیں اسلام کے لئے حضرت بلالؓ نے اٹھائیں وہ انہی کا حصہ تھیں۔

دارِ ارقم

حضور صلعم صفا کی پہاڑی کے دامن میں ایک مکان میں ٹھہرے ہوئے

تھے۔ اس کا نام دارارقم تھا۔ اعلانِ نبوت کو چھٹا سال تھا۔ ایمان لانے والوں کی تعداد چالیس یا پچاس کے لگ بھگ تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ دروازہ کھولا گیا۔ ایک اونچے پورے قد کا جوان، مضبوط جسم اور جثہ تلوار لٹکائے سامنے کھڑا تھا۔ جس نے دروازہ کھولا وہ حضرت بلالؓ تھے۔ خوب پہچانتے تھے کہ سامنے کون ہے۔ مکہ میں رہ کر کون عمر بن خطاب کو نہ جانتا تھا۔ بڑے رعب داب کے آدمی تھے اور اسلام دشمنی میں اس وقت جو لوگ سب سے بڑھ کر تھے۔ انہی میں ان کا شمار تھا۔ بلالؓ کو حضرت ابوبکرؓ نے خرید کر آزاد کردیا، تو وہ حضور صلعم کی دربانی کا کام کرنے لگے۔ دارارقم کے دروازے پر حضرت عمرؓ کو دیکھ کر حضرت بلالؓ خاصے سٹپٹائے جسو چا تلوار بھی ساتھ ہے نہ جانے کیا ارادہ ہے۔ خیر جو ہو سو ہو، پوچھا: کیا بات ہے؟

جواب ملا۔ میں اندر جانا چاہتا ہوں۔

بلالؓ نے کہا: رک جائیے میں پہلے اجازت لے آؤں۔ اجازت ملی، تو دروازہ کھول دیا۔

حضرت عمرؓ اسلام لانے نکلے، تو سب سے پہلے جس مسلمان سے مڈبھیڑ ہوئی وہ حضرت بلالؓ تھے۔ ایک معمولی دربان، لیکن اس دربان نے انہیں بلا اجازت بارگاہِ نبوت میں جانے سے روک دیا تھا۔ حضرت عمرؓ صحابیوں میں داخل ہوئے تو ان کی قدر و منزلت بڑھ گئی، حتیٰ کہ صدیق اکبرؓ کے بعد وہ امیر المومنین ہو گئے۔ خلیفۂ خلیفۃ الرسل بن گئے، لیکن یہ دن ہمیشہ انہیں یاد رہا۔ یہی حبشی نژاد غلام اس عزت کا مستحق ٹھہرا کہ حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابی کی زبان سے ان کے لئے ہمیشہ میرے آقا کے الفاظ نکلتے تھے اور وہ سردارانِ قریش سے زیادہ ان کی عزت کرتے تھے۔

ہجرت

حضور اکرم کے ہجرت کرنے سے پہلے جو لوگ مدینے میں داخل ہوئے ان میں حضرت مصعب بن عمیرؓ اور ابن ام مکتومؓ کے بعد آنے والے حضرت سعدؓ حضرت بلالؓ اور حضرت عمار بن یاسرؓ ہی تھے۔

یثرب آئے تو حضرت بلالؓ بیمار پڑ گئے۔ حضرت ابوبکرؓ بھی بیمار پڑ گئے، عامر بن فہیرہؓ بھی۔ تینوں اس وقت ایک ہی گھر میں رہتے تھے۔ حضور اکرمؐ کو اطلاع ہوئی تو آپ عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت بلالؓ مکان کے صحن میں پڑے بخار کی شدت سے کراہ رہے تھے۔ مکہ کا ذکر زبان پر تھا۔ مزاج پرسی کے بعد اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی:

اے اللہ ہمارے لئے مدینے کو پسندیدہ بنا دے جیسے تو نے ہمارے لئے مکہ کو پسندیدہ بنایا اور ہمارے لئے اس کے پیمانوں میں برکت ڈال دے۔

یثرب، ہجرت سے پہلے بیماری کا گھر سمجھا جاتا تھا۔ یثرب کے معنی ہی بیماری کی جگہ کے ہیں۔ یہی وجہ تھی ہجرت کے بعد بہت سے مہاجر بیمار پڑ گئے پھر حضور نے ایک خواب دیکھا۔ صحابہ سے بالخصوص مہاجرین سے ارشاد فرمایا میں نے دیکھا ایک عورت کالا رنگ، بال پریشان مدینے سے نکل گئی ہے۔ پھر آپ ہی نے تعبیر دی کہ وبائیں یثرب سے چلی گئیں — ہجرت کے بعد یثرب کو مدینۃ النبی پکارنا شروع کیا گیا۔ وہ دن اور آج کا دن مدینہ اپنی خوشگوار آب و ہوا کے لئے مشہور ہے۔ کون جانے موسم کی اس تبدیلی میں حبش نژاد چرواہے کا کیا حصہ ہے؟

بانگِ اذاں

جب نماز مکہ میں فرض ہوئی تھی، تو مسلمان بغیر اذان کے نماز پڑھتے تھے۔ ہجرت کے بعد اس بارے میں مشورہ ہوا مسلمانوں کو نماز کے لئے جمع کرنے کی کیا صورت بہتر ہوگی۔ مختلف رائیں تھیں۔ ابن عمر کا بیان ہے پہلی رائے جسے حضور اکرمؐ نے پسند کیا اور اس پر کچھ دن عمل ہوتا رہا۔ وہ حضرت عمرؓ کی رائے تھی۔ حضرت بلال مسلمانوں کے گھروں کے سامنے سے گزرتے اور آواز لگاتے جاتے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ حضرت بلالؓ کے الفاظ کا مطلب ہوتا کہ نماز کے لئے جمع ہو جاؤ۔

اس کے بعد مدنی زندگی میں پھر ایک مرتبہ مشورہ ہوا۔ یہ وہ زمانہ ہے جب حضرت عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن زیدؓ نے اذان اور اقامت کے بارے میں خواب دیکھا۔ حضرت عبداللہ بن زیدؓ نے نیند سے بیدار ہوتے ہی بارگاہِ نبوت میں پہنچ کر عرض کیا، میں کچھ سوتا کچھ جاگتا تھا کہ میں نے دیکھا ایک شخص دوہرے کپڑوں میں لپٹا ہوا میرے قریب آیا، اس کے ایک ہاتھ میں ناقوس تھا۔ ناقوس سنکھ کو بھی کہتے ہیں اور گھنٹے کو بھی۔ میں نے اس سے پوچھا۔ یہ ناقوس بیچو گے؟ اس نے پوچھا۔ تم کیا کرو گے؟ میں نے کہا اسے بجا کر میں مسلمانوں کو نماز کے لئے جمع کروں گا اس نے کہا میں تمہیں اس سے بہتر صورت بتاؤں! میں نے کہا ضرور۔ پھر اس نے مجھے اذان کے الفاظ سنائے۔ حضرت عبداللہؓ نے یہ خواب بیان کیا ہی تھا کہ حضرت عمرؓ تشریف لے آئے۔ یہ خواب انہوں نے بھی دیکھا تھا۔ انہوں نے بھی یہی الفاظ دہرائے۔ رسالتؐ پناہ نے حکم دیا کہ اے عبداللہ بلال کے ساتھ اٹھو اور جو کچھ تو نے دیکھا ہے اسے بتاتا جا کہ وہ اذان دے۔ ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ وہ بلند آواز والا ہے۔

مدینے کی ایک خوشگوار صبح ابھی نہ پھٹی تھی لوگ اپنے اپنے گھروں میں محوِ خواب تھے کہ حضرت بلالؓ مسجد نبوی کی ایک دیوار پر کھڑے ہو گئے۔ آج لحن داؤدی سمٹ کر حضرت بلال کی نوکِ زبان پر آ گیا تھا۔ وہ سراپا نور، مہبطِ وحی، شفیع الامم صلی اللہ علیہ وسلم نظروں کے سامنے تھا۔ جذب و مستی کے ایک عجیب کیف میں مست الست حضرت بلالؓ نے زبان کھولی ؎

ناگاہ فضا بانگِ اذاں سے ہوئی لبریز وہ نعرہ کہ ہل جاتا ہے جس سے دلِ کہسار

خاندان

ابوعبداللہ حضرت بلال رضؓ کے والد کا نام رباح اور والدہ کا نام حمامہ تھا۔ ماں حبشن تھیں اور والد عرب۔ کحیل ان کے بھائی تھے۔ بہن کا نام عفرا تھا۔ ایک روایت یہ ہے۔ ان کے دو بھائی تھے ایک کا نام خالد تھا۔ ابن سعد نے کل افراد خاندان پانچ لکھے ہیں۔

سمعانی نے انہیں کوش بن شام کی اولاد میں بتایا ہے۔ کوش حضرت نوح کے پوتے تھے۔ انہوں نے حبشہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ حضرت عمرؓ حضرت بلالؓ کو یمن کے قبیلہ خثعم کا بتاتے ہیں خثعم، حبشہ سے آکر یمن میں بس گئے تھے۔ ابن سعد نے لکھا ہے وہ سراۃ نامی جگہ میں پیدا ہوئے۔ بعض کہتے ہیں مکے ہی میں پیدا ہوئے اور وہیں پلے بڑھے، ایک خیال ہے وہ حضور اکرمؐ سے عمر میں دس سال چھوٹے تھے۔ ہجرت کے وقت ان کی عمر ۴۳ سال تھی۔

زید بن اسلمؓ سے روایت ہے ایک بار ابوالبکیر کے لڑکے حضور صلعم کی خدمت گرامی میں حاضر ہوئے اور گذارش کی کہ ہماری بہن کا کسی سے عقد کر دیجئے۔

آپ صلعم نے دریافت فرمایا: کیا تم بلالؓ کو پسند کرتے ہو؟

لڑکے خاموش رہے اور کچھ دیر کے بعد واپس چلے گئے۔ دوسری مرتبہ پھر انہوں نے خدمت نبوی میں پہنچ کر درخواست کی کہ ان کی بہن کے لئے پھر ارشاد ہوا کیا تم کو بلال پسند ہے۔

اس مرتبہ بھی لڑکے خاموش رہے۔ تیسری بار پھر انہوں نے رشتے کے لئے عرض کیا۔

پھر آپ صلعم نے وہی ارشاد کیا۔ البتہ اس مرتبہ ایک جملے کا اور اضافہ فرمایا۔ اضافہ بھی وہ کہ جس نے سنا، حضرت بلال کی قسمت پر رشک کرنے لگا۔ سرورِ کونینؐ نے فرمایا، کیا تم اہلِ جنت میں سے کسی کو چاہتے ہو؟

اس مرتبہ جواب میں عرض کیا گیا کہ آپ کو اختیار ہے۔

آپ نے حضرت بلالؓ کا عقد ابوالبکیر کی لڑکی سے کر دیا۔ قتادہ کا بیان ہے عقد بنی زہرہ کی عربی النسل ہند الخولانیہ سے ہوا۔

افسر مہمانداری

جب حضرت ابوبکرؓ نے امیہ سے خرید کر انہیں آزاد کر دیا، تو وہ حضور صلعم کی خدمت میں رہنے لگے۔ مدینہ پہنچے تو انہیں اور زیادہ خدمت گزاری کا موقع ملا۔ جو لوگ حضور اکرمؐ سے ملنے آتے تھے، ان کی ملاقاتوں کا انتظام اور مہمانداری کے فرائض انہی کے سپرد تھے۔

مدینہ پہنچنے کے بعد حضرت ختمی مرتبت کی خدمت میں مختلف قبیلوں کے وفد آتے رہتے تھے۔ فتح مکہ کے بعد یہ سلسلہ اور بڑھ گیا۔ ۹ھ تو گویا وفود کا سال۔ عہد نبویؐ میں سب سے زیادہ وفد اسی سال مدینے آئے۔ ابنِ سعد کا خیال ہے۔ حضرت بلالؓ نے کم از کم ساٹھ وفود کی رہنمائی کی ہوگی۔

کبھی ایسا بھی ہوتا کہ مہمانوں کے لئے حضور صلعم کے پاس کھانے پینے کا انتظام کرنے کو کچھ نہ ہوتا۔ ایسی صورت میں حضرت بلالؓ کو کہیں نہ کہیں سے اخراجات کرنے کا انتظام کرنا پڑتا۔

نقش حیات

جنگِ بدر میں جن صحابۂ کرام نے شرکت فرمائی ان کی دین اور دنیا میں بڑی عزت ہے۔ حضرتِ بلال جنگ بدر میں شریک تھے۔ ان ساری لڑائیوں میں جن میں آنحضرتؐ نے شرکت کی، وہ موجود رہے۔ ان لڑائیوں میں بھی شریک رہے جو حضور صلعم کی زندگی میں ہوئیں، یہ وہ لڑائیاں تھیں جن میں صحابہ سپہ سالار ہوتے تھے۔ عہد نبوی کے بعد بھی میدان جہاد میں داد شجاعت دیتے رہے۔ محتاط اندازے کے مطابق انہوں نے نواسی لڑائیوں میں حصہ لیا۔ جنگِ خندق کے بعد جب حضورِ اکرم نے ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی قضا نمازیں ایک کے بعد ایک پڑھیں تو اس موقع پر حضرت بلالؓ ہی نے اذان دی تھی۔ ان چاروں نمازوں کے لئے اذان تو انہوں نے ایک ہی بار دی لیکن اقامتیں چار بار کہی گئیں۔ بنی قریظہ سے جنگ کی منادی انہی نے کی تھی۔ صلح حدیبیہ کے وقت بھی وہ موجود تھے۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانے میں وہ برابر جہاد میں شریک ہوتے رہے۔ کہا جاتا ہے مدینے کا قیام انہوں نے شام کی لڑائیوں میں شریک ہونے کے لئے ہی چھوڑا تھا۔

حضور صلعم کے انتقال کے بعد حضرت بلالؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی اجازت سے شام میں سکونت اختیار کر لی۔ ابن جبیر کا بیان ہے۔ ان کی بیوی دمشق میں ان کے ساتھ تھیں۔ بچے غالباً اپنے عالی مرتبت باپ کی طرح برابر جہاد میں شریک رہتے تھے۔ ابن اثیر نے ابوسعد بلالؓ کے سمرقند میں وفات پانے کا ذکر کیا ہے۔ کہا جاتا ہے مدینے میں بھی آپ کی اولاد مدفون ہے۔ ابن اسحٰق کی روایت ہے ان کی کوئی اولاد ہی نہ تھی۔

ہجرت کے بعد انصار و مہاجرین میں جو بھائی چارہ قائم ہوا تھا۔ اس لحاظ سے ابورویحہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن خثعمیؓ آپ کے بھائی تھے۔ شام کے سفر میں جب فاروقِ اعظم نے آپ سے پوچھا مستقل طور پر کہاں رہنے کا ارادہ ہے، بیت المال سے وظیفہ کہاں بھیجا جائے، تو انہوں نے کہا میرے بھائی ابورویحہؓ شام میں ہیں۔ میں انہی کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔ میرا وظیفہ انہی کے ساتھ رکھیے۔

قبلۂ اول

قیساریہ کی لڑائی میں آپ شریک تھے۔ اور اس وفد میں شامل تھے جو قسطنطین سے ملنے گیا تھا۔ بیت المقدس میں فتح کے وقت ۱۶ھ میں حضرت عمرؓ نے جو معاہدہ کیا تھا اس میں بھی شریک تھے۔ یہیں ظہر کی نماز کا

وقت آیا تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے امیر المومنین سیدنا عمرؓ سے بصد اصرار کہا کہ حضرت بلالؓ سے اذان دلوائی جائے۔ فاروق اعظم نے ان سے کہا اے میرے سردار! آج مسلمانوں کے قبلۂ اول پر اسلامی پرچم لہرا رہا ہے۔ اگر اس موقع پر آپ اذان دیں، تو ہماری خوش قسمتی ہوگی۔

حضرت بلالؓ نے جواب دیا، میں نے ارادہ کر لیا تھا۔ حضور صلعم کے وصال کے بعد کبھی اذان نہ دوں گا۔ لیکن آپ کی بات ٹالی نہیں جاتی۔

اب جو حضرت بلالؓ اذان دینے کھڑے ہوئے، تو ان کی آواز سنتے ہی آنحضرت کی یاد تازہ ہوگئی۔ صحابہ کرام میں کوئی ایسا نہ تھا جس کا اس موقع پر برا حال نہ ہوا ہو۔ سب سے بری حالت حضرت فاروق اعظم کی تھی۔ جب حضرت بلالؓ اشہد ان محمد رسول اللہ پر پہنچے، تو حضرت عمرؓ کی حالت ایسی غیر ہوئی کہ حضرت بلالؓ نے سوچا اذان وہیں روک دیں کہ امیر المومنین کی حالت دیکھی نہ جاتی تھی۔ خود حضرت بلالؓ کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہوا جا رہا تھا، مگر جوں توں کر کے یہ فریضہ پورا کیا۔ اذان ختم ہوئی، فضا خاموش ہوگئی، لیکن دیر تک سب پر ایک کیفیت سی طاری ہوگئی۔

غنیمت

بارگاہ نبوی میں حضرت بلال کی جو مصروفیات تھیں، ان میں ایک ذمہ داری مال غنیمت تقسیم کرنے کی بھی تھی۔ ایک موقع پر آنحضرت نے ارشاد فرمایا، مجھے اور انبیا پر فضیلت بخشی گئی ہے اور میری امت کو دوسری امتوں سے بڑا درجہ عطا کیا گیا، کیونکہ ہمارے لئے مال غنیمت حلال کر دیا گیا۔

غنیمت کی تقسیم میں حضور اکرم بڑی احتیاط برتتے تھے اور بار بار احتیاط کرنے کی تاکید فرماتے تھے۔ لڑائی ختم ہو جاتی تو آپ کے حکم سے حضرت بلال آواز لگاتے کہ جس کے پاس مال غنیمت ہو میرے پاس جمع کرا دے۔ اس منادی کے بعد جو کچھ بھی مال غنیمت مجاہدین کے پاس آتا حضرت بلال کے آگے لا کر ڈھیر کر دیا جاتا اور باقی مجاہدین میں تقسیم ہو جاتا۔ یہ ضروری نہ تھا کہ میدان جنگ ہی میں غنیمت تقسیم کر دی جائے۔ جنگ حنین کے بعد حضور اکرم صلعم جعرانہ نامی ایک جگہ آ کر ٹھہرے اور یہاں مال غنیمت تقسیم ہوا۔ اس لڑائی میں جو مال غنیمت تقسیم ہوا، وہ عہد نبوی میں سب سے بڑی تقسیم ہے۔ اس میں چھ ہزار قیدی، چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی تھی۔ ایک اوقیہ سوا ڈھائی تولے کا ہوتا ہے۔

جلوس عید

حضرت ابن عباسؓ سے کسی نے پوچھا، حضور اکرم کی کسی نماز عید کا ذکر کیجئے، تو انہوں نے کہا: ایک عید میں نماز سے فارغ ہونے کے بعد آنحضرت نے خطبہ پڑھا۔ پھر آپ نے عورتوں سے مخاطب ہو کر کچھ نصیحتیں فرمائیں۔ میں نے دیکھا آپ کے ارشادات کا ایسا اثر ہوا کہ عورتیں اپنے کانوں اور گلوں سے زیور اتار اتار کر صدقے کے لئے جمع کراتی تھیں۔ صدقہ جمع کرنے کا کام حضرت بلال کے سپرد تھا۔ آپ ایک چادر پھیلائے یہ صدقات جمع کر رہے تھے۔ امانت حضور صلعم کا بہت بڑا وصف تھا اور حضرت بلال کئی موقعوں پر مسلمانوں کے مال کے امین بنے۔ حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ نماز عید ختم ہوتی، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال کے سہارے کھڑے ہوتے اور خطبہ ارشاد فرماتے۔ اللہ اللہ ان کے مقدر میں کیا کیا سعادتیں لکھی تھیں۔

نماز عید کے لئے جب رسالت پناہ تشریف لاتے، تو آپ کے آگے آگے حضرت بلال ہوتے۔ ان کے ہاتھ میں حضور صلعم کا نیزہ ہوتا۔ یہ نیزہ حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے جس کا نام اصحمہ تھا، حضرت زبیر بن عوامؓ کے ذریعے خدمت نبوی میں نذر گزارا تھا۔ مسلمانوں نے اس کے زمانے میں حبشہ ہجرت کی تھی ——— اصحمہ مسلمان ہو گیا تھا۔ اس کی وفات پر حضور اکرمؐ نے غائبانہ نماز جنازہ ادا فرمائی۔

عیدین کے موقع حضرت بلال کا اس طرح آنا جلوس کی صورت پیش کرتا تھا۔ حضرت بلال نیزہ لئے جب عیدگاہ میں داخل ہوتے تو حضور صلعم کی نماز پڑھانے کی جگہ تک جاتے اور وہاں قبلہ رخ نیزہ گاڑ دیتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھاتے۔

حضرت ابوبکر کے دور خلافت میں بھی حضرت بلال عیدین کے جلوس کی قیادت کرتے اور امام وقت کے مصلے کے آگے نیزہ نصب کرتے تھے۔

نماز استسقاء کے موقع پر حضرت بلال، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے نیزہ لے کر چلتے۔ آپ کو وضو کرانے کی سعادت بھی حضرت بلالؓ کو حاصل رہی۔

آخری حج

حجۃ الوداع کے موقع پر جب صفا مروہ سے ہوتے ہوئے رسالت مآب منیٰ کی طرف تشریف لے گئے تو عرب کے قریب قریب تمام قبیلے اس موقع پر ہم رکاب تھے۔ حضرت بلال نے اس وقت حضور صلعم کو دھوپ سے بچانے کے لئے ایک چادر سائے کے لئے ہاتھ میں تان رکھی تھی۔

منیٰ میں قیام ہوا تو حضرت بلال ہی تھے جن کی اذان سے ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی نمازیں ادا ہوئیں۔ آنحضرت پھر عرفات کی طرف تشریف لے گئے۔

حی علی الفلاح

۸ھ رمضان کے دن تھے۔ مکہ فتح ہو چکا تھا۔ حضور صلعم طواف کے بعد مسجد الحرام میں ایک طرف تشریف فرما تھے۔ اپنے اور پرائے سب جمع تھے۔ اتنے میں حضرت بلال کی طلبی ہوئی۔ حکم ہوا عثمان بن طلحہ کے پاس جاؤ اور کعبۃ اللہ کی چابی لے آؤ۔ حضرت بلال عثمان کے گھر گئے۔

یہ کعبۃ اللہ کے نگران کار تھے۔ ایک زمانے سے یہ سعادت عثمان کے خاندان میں چلی آ رہی تھی۔ عثمان بن طلحہؓ نے بلالؓ کی زبانی پیام سنا تو اپنی والدہ کے پاس گئے۔ بولے پیغمبر اسلام نے چابیاں طلب کی ہیں۔ والدہ نے کہا بہتر ہے تم خود چابیاں لے کر خدمت اقدس میں چلے جاؤ۔

چابیاں آئیں تو حضور صلعم نے کعبۃ اللہ کا دروازہ کھلوایا اور اندر تشریف لے گئے۔ آپ کے پیچھے بلالؓ، اسامہ بن زیدؓ، کچھ صحابہ کرامؓ اور عثمان بن طلحہ اندر گئے۔ بعد میں دروازہ بند کر دیا گیا۔ حضور صلعم دیر تک اندر ٹھہرے رہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر کا بیان ہے مجھے پہنچنے میں دیر ہو گئی تھی۔ دروازے کے پاس لوگوں کا بڑا ہجوم تھا۔ خالد بن ولیدؓ دروازے پر کھڑے کئے گئے تھے کہ حضور صلعم کے باہر تشریف لانے تک بڑی تعداد میں لوگ اندر نہ گھس پڑیں۔ ابن عمرؓ دروازے تک پہنچے ہی تھے کہ رسالت پناہؐ باہر تشریف لے آئے۔ پیچھے پیچھے حضرت بلالؓ تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فوراً آگے بڑھ کر حضرت بلالؓ سے تفصیلات پوچھیں تاکہ کوئی بات حضرت بلالؓ کے حافظے سے نکل نہ جائے اور ان کی معلومات میں کمی رہ جائے۔

اب ظہر کا وقت ہو چکا تھا۔ حضرت بلالؓ کو حکم ہوا کہ اذان دو۔ وہی جگہ جہاں بلالؓ خدا کا نام لینے پر لہو لہان ہو چکے تھے۔ آج اس کی فضاؤں میں پرچم اسلام بے درنگ لہرا رہا تھا۔ امیہ بن خلف کا مظلوم حبشی غلام زادہ آج یہاں سے کہاں پہنچا ہوا تھا۔ یہ صرف لا الٰہ الا اللہ کی برکت تھی۔ حضرت بلالؓ نے کعبۃ اللہ کی دیوار پر چڑھ کر اذان کیا دی ایک عالم کے لئے توحید کا پیام عنبر نشر کیا۔

دلِ دیوانہ

حضرت بلالؓ اور ابنِ امِ مکتومؓ بارگاہِ نبوی کے مستقل موذن تھے۔ حضرت بلالؓ نے یوں تو کئی بار اذانیں دیں لیکن دو موقعے ایسے تھے۔ حضرت بلال کی اذان سن کر دل سنبھالے نہ سنبھلتے تھے۔ یہ جناب بلالؓ کی زندگی کے بھی بہت اہم مواقع تھے۔

موذن بارگاہِ نبوی کے لئے اذان کا مقصد نماز کے لئے مسلمانوں کا جمع کرنا ہی نہ ہوتا تھا کچھ اور بھی تھا۔ یہ دل دردمند کی بات تھی جسے اقبال نے خوب سمجھا اور کہا ہے

اذاں ازل سے ترے عشق کا ترانہ بنی
نماز اس کے نظارے کا اک بہانہ بنی

۱۱ھ ربیع الاول کا مہینہ تھا۔ ۱۲ تاریخ پیر کا دن تھا۔ مسجد نبوی کی فضائیں سوگوار ہو گئیں۔ متاعِ دین و دنیا لٹ گئی اللہ والوں کی کوئے نبوت کے دیوانے، آستان حرم کے متانے، شمع نبوت کے پروانے، جنہیں لذت دید بھی حاصل تھی اور شرف تکلم بھی میسر تھا، یہ کچھ کھو بیٹھے کہ ان کے ذہن و دماغ نے کام کرنا چھوڑ دیا۔ فاروق اعظمؓ نے عالم جذب میں تلوار سونت لی اور کہا خبردار! جو کسی نے رسالت پناہ کی وفات کا ذکر چھیڑا۔ بلالؓ کو کچھ نہ سوجھا۔ مسجد نبوی کی دیوار پر چڑھ گئے۔ آپ ہی آپ زبان سے اذان کے الفاظ جاری ہو گئے۔ اللہ اکبر کی صدائیں نہیں بلالؓ کی جگر خراش چیخیں تھیں کہ مدینے کے در و دیوار ہلا گئیں، گلی کوچوں سے آہ و بکا کا وہ شور اٹھا کہ آسمان کے پار نکل گیا۔ اور جب بلالؓ

اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ پر پہنچے تو ہاتھ اس طرف اٹھ کر رہ گئے جدھر روز اٹھتے تھے۔ نگاہیں اس پیکر نور کو ڈھونڈتی رہ گئیں جسے روز دیکھتی تھیں، لیکن ہاتھ نا امید ہو کر گر گیا، نگاہیں مایوس ہو کر پلٹ آئیں۔ آج بلال تڑپ کر رہ گئے۔ خون کے آنسو روتے رہے کہ ایک قیامت ان پر ٹوٹ پڑی تھی۔ بلالؓ نے طے کیا اب پھر کبھی اذان نہ دیں گے۔ کچھ دن ہی گزرے تھے کہ بلال نے مدینۃ النبی چھوڑ دیا۔ دلِ دیوانہ قابو میں نہ رہا تھا۔ اب اس کے در و دیوار کاٹ کھانے کو دوڑتے تھے، کیونکہ محبوب رب المشرقین والمغربین کا روئے انور دیکھنے کو نہ ملتا تھا۔ مدینہ جس کے دم سے حریم عرش تھا، وہ ذاتِ اقدس ہی نہ رہی تو بلال کے لئے مدینہ کس کام کا تھا!

اذانِ آخرین

شام کے دور دراز علاقے میں زندگی کے دن پورے ہو رہے تھے۔ مسجد نبوی کی خاک کو سرمہ چشم بنے بہت دن گزرے تھے کہ ایک صبح بلال فطرت جس کی نور نبوت سے مستنیر۔ نیند سے چونک پڑے۔ آج خواب میں لطفِ دید حاصل ہوا تھا۔ اور کس شان سے کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بلالؓ! کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تم ہماری زیارت کے لئے آؤ۔

دیوانے کے لئے ہو کی ضرورت تھی، فوراً مدینے کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ یہاں پہنچے، تو مزارِ مبارک پر منہ رکھ کر رونے لگے اتنے میں پسرانِ بتولؓ جگر گوشہ ہائے رسول حضرت حسن اور حضرت حسین وہاں پہنچے۔ دیکھا نانا کی قبر پر کوئی سرڈالے پڑا ہے تو قریب آئے۔ دیکھا بلالؓ ہیں۔ انہیں اٹھایا۔ بلالؓ نے سردارانِ بہشت کو سامنے پایا تو سینے سے لپٹا لیا۔ بلائیں لیں، پیار کیا، قدم بوس ہوئے اور ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ نبی زادوں کا حکم ہوا بلال آج فجر کی اذان تم دینا۔ کن جگر گوشوں نے کس زخم کو کرید اتھا۔ بلالؓ دل پکڑ کر رہ گئے۔ بھلا آقا زادوں کا حکم ٹالا جا سکتا تھا! مسجد نبوی کی دیوار پر چڑھ گئے۔ دل سے بولے ؎

اب کہاں میرے نفس میں وہ حرارت وہ گداز

رپورٹ: زاہد الراشدی

فوجی عدالت میں

مولانا محمد اجمل کا نعرۂ حق

ہمیں گولی مارو — لیکن

ہم قرآن پاک کی توہین برداشت نہیں کر سکتے۔

پولیس سب انسپکٹر کی طرف سے پولیس کے روزنامچہ کو

معاذ اللہ تعالیٰ قرآن مجید کے برابر قرار دینے پر

فوجی عدالت میں ہنگامہ۔

قومی اتحاد کے راہنما اور کارکن

دھاڑیں مار کر رونے لگے۔

۵ رمئی کو پاکستان قومی اتحاد کے مرکزی دفتر واقع ڈیوس روڈ لاہور سے قومی اتحاد کی مرکزی کونسل کے ارکان سمیت ۵۵ افراد کو گرفتار کر کے ڈی۔ پی۔ آر اور آرمی ایکٹ کے تحت ان پر سمری ملٹری کورٹ میں مقدمہ چلایا گیا۔

گرفتار شدگان میں جمعیۃ علماء اسلام کے قائم مقام ناظم عمومی مولانا محمد اجمل خان صاحب اور راقم الحروف بھی شامل تھے۔

اسیری اور مقدمہ کی مفصل روئداد جلد ہی انشاء اللہ قارئین کی خدمت میں پیش کی جائے گی۔ سردست ۱۹ رمئی کو ملٹری کورٹ میں پیش آنے والے ایک ایمان افروز واقعہ کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے۔ جس نے اعلاء کلمۃ الحق اور ایمانی غیرت وحمیت کے سلسلہ میں اکابر اہل حق کی یاد تازہ کر دی۔

لیفٹیننٹ کرنل وقار نصیر احمد سمری ملٹری کورٹ کے سربراہ کی حیثیت سے مقدمہ کی سماعت کر رہے تھے۔ اور پولیس چوکی ریس کورس گراؤنڈ لاہور کا انچارج سب انسپکٹر علی محمد ڈوگر استغاثہ کے گواہ کے طور پر عدالت میں پیش تھا۔ قومی اتحاد کے اسیر راہنما چوہدری محمود احمد ایڈووکیٹ اس پر جرح کر رہے تھے اور پولیس کے روزنامچہ کا ذکر ہو رہا تھا کہ اچانک علی محمد ڈوگر نے یہ کہہ کر عدالت میں موجود افراد کو بھونچکا کر کے رکھ دیا کہ یہ روزنامچہ ہمارے نزدیک (معاذ اللہ تعالیٰ) قرآن کے برابر ہے۔

پولیس سب انسپکٹر کی زبان سے یہ جملہ سنتے ہی چند لمحوں کے لیے تو عدالت میں موجود تمام افراد کے حواس معطل ہو کر رہ گئے۔ پھر اچانک مولانا محمد اجمل خان اپنی نشست سے اٹھے اور عدالت سے باواز بلند مخاطب ہو کر آپ نے کہا۔ جناب والا! اس شخص نے قرآن پاک کی کھلم کھلا توہین کی ہے یہ بات ہمارے لیے قطعاً ناقابل برداشت ہے۔ مولانا محمد اجمل کے اٹھتے ہی تحریک استقلال کے راہنما میجر سردار خان اورکزئی اور مسلم کانفرنس کے سردار محمد عنایت اللہ خان اور متعدد دیگر راہنما اور کارکن بے بسی اور اضطراب کے عالم میں دھاڑیں مار کر رونے لگے۔ اور خود مولانا محمد اجمل بھی رو رہے تھے۔ حتیٰ کہ پورا ہال سسکیوں میں ڈوب گیا۔ مولانا سلیم اللہ قادری اور قاری عبدالحمید نے بھی عدالت سے شدید احتجاج کیا۔ لیفٹیننٹ کرنل وقار نصیر احمد نے موقع کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے کچھ دیر کے لیے عدالت کی کارروائی معطل کر دی۔ تھوڑی دیر کے بعد کارروائی دوبارہ شروع ہوئی تو مولانا محمد اجمل نے عدالت میں آنے سے انکار کر دیا۔

اور ان پر اس المناک واقعہ کا بہت زیادہ اثر تھا۔ دل کا مریض ہونے کے باعث ان کی حالت بتدریج متغیر ہوتی جا رہی تھی۔ لیفٹیننٹ کرنل خود اٹھ کر باہر آئے اور بڑی مشکل سے مولانا موصوف کو عدالت کے کمرہ میں لائے۔ مولانا محمد اجمل نے عدالت میں آتے ہی عدالت سے مخاطب ہو کر کہا۔

"جناب والا! آپ ہمیں جو چاہیں سزا دیں۔ بے شک ہمیں گولی مار دیں۔ لیکن قرآن کریم کی توہین ہم قطعاً برداشت نہیں کر سکتے۔ ہم اب اس عدالت میں نہیں بیٹھ سکتے۔ جب تک کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کی توہین کرنے والے کو سزا نہیں دی جاتی۔"

۵۵ ملزموں میں سے ایک پُرجوش نوجوان مرزا اعجاز بیگ نے اس موقعہ پر بے بسی کے ساتھ دیواروں کے ساتھ ٹکریں مارنا شروع کر دیں اور ہال میں ایک بار پھر آہیں اور سسکیاں گونجنے لگیں۔ مرزا اعجاز بیگ کو بڑی مشکل سے قابو کیا گیا۔

لیفٹیننٹ کرنل وقار نصیر احمد نے اس واقعہ پر افسوس اور رنج کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ کہ

"آج کا دن میری زندگی کا سنگین ترین دن ہے اور اپنے جذبات کا الفاظ میں اظہار میرے لیے مشکل ہو گیا ہے۔ لیکن میں مارشل اتھارٹی اور پولیس حکام کو باضابطہ اس واقعہ سے باخبر کروں گا۔ اور ان سے سفارش کروں گا۔ کہ علی محمد ڈوگر کے خلاف کارروائی کی جائے۔"

اس پر مولانا محمد اجمل پھر کھڑے ہو گئے اور عدالت سے مخاطب ہو کر کہا جناب والا! ہمیں اس بات پر اطمینان نہیں۔ جرم اس قدر سنگین ہے کہ اس کا تصور تک نہیں کیا جا سکتا۔ پولیس کا روزنامچہ جسے زانی، شرابی، عیاش اور بدکار افسر لکھتے ہیں اور ساری دنیا جانتی ہے کہ اس میں کس قدر جھوٹ ہوتا ہے اسے احکم الحاکمین کے مقدس کلام کے برابر قرار دیا گیا ہے یہ اللہ تعالیٰ کے مقدس کلام کی کس قدر توہین ہے اور ہماری ایمانی غیرت کے لیے کس قدر عظیم چیلنج ہے۔ آپ نے قرآن کریم کی عظمت اور تقدس کو مؤثر انداز میں بیان کرتے ہوئے گلوگیر لہجے میں کہا:

"عجیب بات ہے کہ اگر کوئی شخص عدالت کی توہین میں کوئی جملہ کہہ دے تو آپ ایسے موقعہ پر سزا دے سکتے ہیں۔ لیکن قرآن کریم کی توہین پر آپ مارشل لاء اتھارٹی اور آئی جی پولیس کو رپورٹ دینے کی بات کرتے ہیں۔"

اس پر مسلم لیگ کے اسیر رہنما اقبال احمد ایڈووکیٹ کھڑے ہوئے اور آرمی ایکٹ کی دفعات کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ عدالت خود اس بات کی مجاز ہے کہ قرآن کریم کی توہین کرنے والے کو سزا دے۔

انہوں نے آرمی ایکٹ کے متعلق دفعات پڑھ کر سنائیں۔ جس پر عدالت نے یقین دلایا کہ اس سلسلہ میں ضروری کارروائی کی جائے گی۔

اس بحث کے بعد عدالت کی کارروائی ملتوی کر دی گئی۔ تحریک استقلال کے راہنما راجہ محمد افضل خان نے عدالت کو بتایا کہ ہم اس واقعہ پر اپنے ردعمل کے بارے میں مشورہ کر کے آپ کو بتائیں گے کہ ہم نے اب کیا لائحہ عمل اختیار کرنا ہے۔

اس کے بعد مسلسل چار روز تک عدالت کی کوئی کارروائی نہ ہو سکی۔

۲۴ر مئی بروز منگل لیفٹیننٹ کرنل وقار نصیر احمد کی اس یقین دہانی پر کہ علی محمد ڈوگر کے خلاف کیس باضابطہ ریکارڈ میں آ چکا ہے۔ اور اس مقدمہ کے اختتام پر اس کے خلاف کارروائی کی جائے گی پی۔ این۔ اے کے راہنما اور کارکن عدالت میں واپس آ گئے۔ اور اس کے بعد عدالت کی کارروائی آگے بڑھی۔

اس المناک واقعہ پر اس شدید احتجاج کا اثر یہ ہوا کہ ہر دن سمری ملٹری کورٹ کے اجلاس کا آغاز قرآن مجید کی تلاوت اور ترجمہ سے ہونے لگا۔

● "نیکی کے لیے سب سے پہلی شرط اتباع شریعت ہے جو متبع شریعت نہیں اسے ہم نیک نہیں کہہ سکتے اور وہ شخص کم از کم مسلمانوں کا مذہبی مقتدا نہیں ہو سکتا۔"
(ملفوظات شیخ التفسیر)

رجسٹرڈ ایل نمبر
۶۰۷۴

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

فون نمبر
۶۰۵۴۵

دعا کا اعجاز

ایک شخص نے حضرت حسنؓ سے روایت کی ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ میں سے ایک صحابیؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ کسی نے آکر کہا۔ کہ اپنے گھر کو جا کہ وہ جل گیا ہے۔ اس شخص نے کہا میرا گھر نہیں جلا۔ وہ چلا گیا۔ پھر آیا اور اسی طرح کہا کہ تیرا گھر جل گیا ہے۔ اس شخص نے کہا اللہ کی قسم میرا گھر نہیں جلا اور کہا کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص صبح کے وقت کہے:

رَبِّيَ اللّٰهُ الَّذِي لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ مَا شَآءَ اللّٰهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَاْ لَمْ يَكُنْ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ اَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَّ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ط اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الَّذِي يُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ مِنْ شَرِّ كُلِّ دَآبَّةٍ رَبِّيْ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

ترجمہ: میرا پروردگار اللہ ہے۔ جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اُسی پر میرا بھروسہ ہے۔ اور وہ پروردگار ہے عرشِ عظیم کا جو اللہ چاہے ہوتا ہے اور جو اللہ نہ چاہے نہیں ہوتا۔ اور نہیں قوت اور نہیں طاقت مگر اللہ کے ساتھ جو بلند ہے اور عظمت والا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور بے شک اللہ کا علم ہر چیز پر محیط ہے۔ میں پناہ چاہتا ہوں اللہ کی جس نے روک رکھا ہے آسمان کو زمین پر گرنے سے مگر اس کے حکم کے ساتھ ہر (زمین پر) چلنے والے کے شر سے، اے میرے رب اس کی پیشانی تیرے قبضہ میں ہے۔ بے شک میرا رب صراطِ مستقیم پر ہے:

تو اس کی جان میں اور عیال میں اور مال میں کوئی ضرر (نقصان) نہیں پہنچے گا (یعنی کوئی ایسی بات نہیں ہوگی جو اسے ناگوار ہو) اور بیشک آج میں نے یہ دعا پڑھی ہے۔ پھر اس شخص نے کہا اٹھو میرے ساتھ سب کھڑے ہوگئے اور اس کے ساتھ روانہ ہوئے پھر اس کے گھر کے پاس جا کر ٹھہر گئے (تو دیکھا) کہ اردگرد کے گھر جل چکے ہیں اور اس کے گھر کو کوئی نقصان نہیں پہنچا:

عمل الیوم واللیلۃ
ابن السنیؒ صـ۵ اشارہ ۵